بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

مسلسل
اشاعت
کے سال
اڑتالیس

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

570
ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ
فروری 2013

ماہنامہ الحق

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

مکتوبات مشاہیر کے بعد جامعہ دارالعلوم حقانیہ کا ایک اور علمی روحانی اور دعوتی شاہکار

خوشخبری

منبر حقانیہ سے

خطباتِ مشاہیر

تقریباً پون صدی پر مشتمل عرصہ میں جامعہ حقانیہ میں آئے ہوئے اساطین علم و فضل ومحدثین ومشائخ

واکابرین امت ارباب تصوف وسلوک، نامور خطباء ودعاۃ ائمہ رشد وہدایت، مصلحین، سیاسی زعماء، اساتذہ ومشائخ

جامعہ حقانیہ کے منبر ومحراب پر کئے گئے خطبات وارشادات کا مجموعہ جس کی ضبط وترتیب وتبویب اور توضیح وتدوین کا کام

مولانا سمیع الحق مدظلہ

بذات خود انجام دے رہے ہیں۔ ہزاروں صفحات اور کئی جلدوں پر مشتمل علم ومعرفت وعظ وارشاد کا یہ عظیم الشان

مجموعہ بہت جلد منظر عام پر آ رہا ہے

ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا

اے بی سی آڈٹ

ماہنامہ

الحق

جلد نمبر ------ 48
شمارہ نمبر ------ 05
ربیع الثانی -- ۱۴۳۴ھ
فروری ---- ۲۰۱۳ء

مدیر اعلیٰ: حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ
نگران: حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ
مدیر: حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: اے این پی کی منعقدہ آل پارٹیز کانفرنس اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا دوٹوک مؤقف .... راشد الحق سمیع حقانی ۲
- عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات ...... مولانا حافظ عرفان الحق حقانی ۴
- اخلاص کی اہمیت اور برکتیں .... شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق ۱۴
- اسلام کے عائلی نظام اور مغرب زدہ طبقوں کی ریشہ دوانیاں ...... مولانا مفتی محمد یوسف بھیریؒ ۲۱
- علم اُصول حدیث میں علماء احناف کی تصنیفی خدمات .... مولانا نور محمد ثاقب ۲۷
- مولانا سعید احمد رائے پوریؒ افکار کی روشنی میں (بحث ونظر) ...... ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری ۳۳
- تعلیم وتربیت کی اہمیت .... مفتی ذاکر حسن نعمانی ۴۴
- مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کا مکتوب .... محمد اسرار ابن مدنی ۴۹
- بوستانِ دہر سے گویا گلِ زیبا گیا ...... (مرثیہ) ...... مولانا محمد ابراہیم فانی ۵۳
- افکار و تاثرات بنام مدیر .... ادارہ ۵۴
- دارالعلوم کے شب وروز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۵۸
- تعارف وتبصرہ کتب .... ادارہ ۶۰

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر (0923) 630435
ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk فیکس نمبر Fax(0923)630922
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com — فیس بک ایڈریس Facebook\Alhaq Akora Khattak

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/25 روپے سالانہ -/250 بیرون ملک 25$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش آغاز　　　　　　　　　　　　راشد الحق سمیع حقانی

اے این پی کی منعقدہ آل پارٹیز کانفرنس
اور حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کا دوٹوک مؤقف

عدم تشدد کی نام نہاد علمبردار برسر اقتدار عوامی نیشنل پارٹی نے پانچ سال تک ایوانِ اقتدار کے بلند و بالا بام و در سے پاکستانی عوام اور خصوصاً صوبہ خیبر پختونخوا کے قتل عام کا نہ صرف بھرپور تماشہ کیا بلکہ اپنے انتخابی لال نشان کے زیر اثر اپنے دونوں ہاتھ شہیدوں کے خون سے خوب رنگین کیے اور ان معصوموں کے خونِ ناحق سے ہولی بھی کھیلتی رہی اور مسلسل پانچ سال تک کرپشن، مہنگائی، بدامنی کے ساتھ ساتھ دینی حلقوں خصوصاً علماء، طلباء اور ائمہ مساجد اور پُر امن شہریوں کا خون چوستی رہی۔ پھر دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ میں امریکہ کی حواری بن کر کروڑوں اربوں ڈالروں کے عوض مسلمانوں، پاکستانیوں اور خصوصاً پشتونوں کے عزت و ناموس کا سودا کرتی رہی۔ بہرحال پانچ سال تک جنگ و قتل عام کے بعد جب اے این پی کے اقتدار کی شام ہونے والی ہے اور اس کا خون آلودہ آفتاب غروب ہونے کو ہے تو ایسے حالات میں آل پارٹیز امن کانفرنس بلانے کا مقصد ''انتخابات'' کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے؟ ظاہر ہے اب جبکہ انتخابات کی آمد آمد ہے اور مفادات کی فصلیں اچھی طرح پک چکی ہیں اور ساتھ ساتھ فصلی بٹیروں نے منڈیریں تبدیل کردی ہیں، کوئی ''امن'' کا دانہ بکھیرتا ہے کوئی مذاکرات کا، کوئی روٹی کپڑا اور مکان کا تو کوئی آزادانہ احتساب کا اور نئے صوبوں کا قیام کا؟ الغرض ۶۰ سال سے یہ ڈرامہ جاری ہے۔ اور ہم پوری قوم ہر روز اس ڈرامے کا کوئی نہ کوئی سین دیکھ کر اگلے کا انتظار کرتے ہیں۔

عوامی نیشنل پارٹی کی ''آل پارٹیز کانفرنس'' بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی تھی لہٰذا ملک کی تمام سیاسی قیادت نے خوشدلی اور نیم خوشدلی کے ساتھ اس میں بلاتفریق شرکت کی۔ ANP کے رہنماؤں کی پرزور دعوت پر جمعیت علمائے اسلام کے سربراہ اور متحدہ دینی محاذ کے کنوینر حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے بھی طویل مشاورت اور ساتھی جماعتوں کے مشورے سے اس میں شرکت کی اور انتہائی دلیرانہ و جرأتمندانہ انداز میں دوٹوک الفاظ میں اپنا موقف پیش کیا۔ ذیل میں حضرت مولانا صاحب مدظلہ کی تقریر کے کچھ اہم اقتباسات اس اہم موضوع (''دہشت گردی'' امن اور طالبان سے مذاکرات) کی مناسبت سے ان ادارتی صفحات میں شامل اشاعت کیے جارہے ہیں۔

اے این پی کی آل پارٹیز کانفرنس میں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ کا دوٹوک اور واشگاف خطاب

۱۴؍فروری ۲۰۱۳ء (اسلام آباد) ''جمعیت علماء اسلام کے سربراہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے آل پارٹیز

سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ دہشتگردی، بدامنی اور ملک کو درپیش تمام بحرانوں کا ایک ہی حل ہے کہ آل پارٹیز کانفرنس میں شریک تمام قومی، سیاسی اور مذہبی جماعتیں یک زبان ہو کر ملک کو امریکی تسلط سے آزاد کرانے اور ملک کو امریکی ونیٹو جنگ سے نکل جانے کا مطالبہ کریں۔ یہی اول اور آخر دیرپا حل ہے ورنہ کانفرنسوں، سیمناروں، فتوؤں اور جلسوں سے دہشتگردی ختم ہوگی نہ کراچی اور بلوچستان میں آگ بجھے گی نہ صوبہ خیبر پختونخواہ اور قبائل میں امن قائم ہوگا میں نے پہلے بھی بارہا کہا ہے کہ کنواں میں جب تک نجاست رہے گی اور اسے پاک کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ کنوئیں سے نجاست باہر نکالی جائے صرف پانی نکالنے سے کنواں پاک نہیں ہوگا۔ یہی حال دہشت گردی کا ہے کہ جب تک امریکہ کو اس خطے سے باہر نہیں کیا جائے گا اس وقت تک پاکستان وافغانستان میں امن کا قیام ناممکن رہے گا۔ ہم نے پارلیمنٹ اور سرکاری آل پارٹیز کانفرنسز میں تین دفعہ قراردادوں کے ذریعہ مسئلہ کا حل پیش کیا مگر اے این پی اور دیگر حکومتی اتحادیوں نے حکومت کا حصہ ہوتے ہوئے انہیں نافذ کرانے پر زور نہیں دیا اور پانچ سال تک امریکی قتل عام اور ڈرون حملوں پر خاموش رہے۔ ہم نے ان ہی مقاصد کیلئے دفاع پاکستان کونسل قائم کی اور آپ سب کو بار بار دعوت بھی دی مگر آپ سب امریکی ناراضگی مول لینے کیلئے تیار نہ ہوئے اور اس پلیٹ فارم سے دور رہے ورنہ آج پوری قوم ان حالات کا سامنا نہ کرتی۔ مولانا نے افغان طالبان کے حوالے سے فرمایا کہ پھٹے پرانے کپڑوں اور ہوائی چپل پہنے ہوئے بے وسائل افغانی طالبان نے دنیا کی بڑی سپر پاور امریکہ کو شکست کھانے پر مجبور کیا اور پوری امت کا سر فخر سے بلند کر دیا۔ آج ہمیں انہیں خراج تحسین پیش کرنا چاہیے۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے اے این پی کے سربراہ اسفندیار ولی کو مخاطب کر کے کہا آپ کے دادا بادشاہ خان نے انگریزی سامراج کے خلاف ہمارے بزرگوں شیخ الہندؒ وغیرہ کے ساتھ ملکر اور ان سے رہنمائی حاصل کر کے آزادی کی جنگ لڑی مگر روس کے خلاف جنگ میں آپ نے ہمیں اکیلا چھوڑ دیا اور اب امریکہ کے خلاف جہاد میں بھی آپ کی جماعت نے تائید کے بجائے لعن طعن کا سلسلہ شروع کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔ آیئے آج ہم سب پھر ملکر امریکی سامراج کے خلاف ایک ہو جائیں۔ اور سب مل کر ڈرون حملوں کے خلاف شدید احتجاج کریں اور اسے بند کرانے پر زور دیں۔ اب جبکہ امریکہ جا رہا ہے اور بھاگتے چور کی لنگوٹی کی طرح اس سے ہزاروں بے گناہ انسانوں کے قتل پر خون بہا اور تاوان جنگ کا مطالبہ کیا جائے اور لاکربی طیارے کے مسئلے کی طرح اسے بھی عالمی ادارہ انصاف کے کٹہرے میں لے جایا جائے۔ اور ان سے شہیدوں اور تمام تر تباہی و بربادی کا حساب طلب کیا جائے۔ اس موقع پر حضرت مولانا نے فرمایا کہ ان تمام مسائل میں اے این پی کے ساتھ ہمارے موقف میں زمین آسمان کا فرق ہونے کے باوجود بھی ہم نے تمام تحفظات کو چھوڑ کر اجلاس میں شرکت کی کہ ہم مسئلہ کا پرامن اور دیرپا حل چاہتے ہیں اور اسکا راستہ صرف اور صرف نیک نیتی پر مبنی تمام فریقوں سے مذاکرات اور بیرونی طاقتوں سے ملک کو آزادی دلانا ہے۔ تب ہی صوبے اور ملک میں امن قائم ہوگا اور پرامن انتخابات کی راہ ہموار ہوگی۔ ورنہ اگر حکومت نیک نیتی کے بجائے صرف خانہ پری اور وہی پرانی غلامی کی ڈگر پر چلتی رہی تو حالات صوبے اور ملک میں مزید بگاڑ اور خانہ جنگی کی طرف خدانخواستہ جاسکتے ہیں۔ لہٰذا ان گزارشات پر کھلے دل سے سیاسی جماعتوں اور حکومت کو غور کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کا حامی و ناصر ہو اور اسے غلامی سے نجات دلائے''

قسط (۱۷)　　　مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی*

عہد طالبعلمی میں مولانا سمیع الحق مدظلہ کے علمی منتخبات

ماخوذ از خودنوشت ڈائری ۱۹۵۸ء

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت برکاتہم آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب وروز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گردوپیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے۔ آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی گئی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ اور تاریخی عجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوقِ مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں .... (مرتب)

دادا اور پردادا کا سفرنامہ حج: جناب حاجی عبدالصمد مرحوم جو دادا مرحوم کے سفر حج کے ساتھی اور مشہور عالم مولانا عبدالقادر کے فرزند اور حاجی محمد یوسف رکن دارالعلوم کے چھوٹے بھائی تھے، انہوں نے جد امجد کے سفر حج کی یہ تفصیل بتائی۔ مغل کمپنی کا دارا نامی جہاز تھا۔ ۱۵ر مئی ۱۹۲۲ء کو کراچی سے روانہ ہوئے اور ۷ اردن میں پہنچے۔ جہاز میں ۷ ارسو تک افراد تھے۔ حاجی عبدالصمد صاحب، مولانا عبدالقادر صاحب، حبیب اللہ صاحب، عثمان الدین استاذ کے والد حاجی کمال الدین، محمد بشیر اور مولانا عبدالقیوم مشہور ناظم فارسی بھی تھے۔

۸ شوال کو یہاں اکوڑہ سے روانہ ہوئے تھے۔ یکم ذی الحجہ کو جدہ میں اترے، دو دن جدہ میں ٹھہرے۔

۴ر ذی الحجہ کو مکہ معظمہ پہنچے۔ اس سال حج میں چند مشاہیر یہ تھے: نورالمشائخ ملا شور بازار افغانستان، امیر حبیب اللہ کے والد اور شام کے مفتی اعظم بدو قبائل کے شیخ شمس کا بھی چرچا تھا۔ معلم الحجاج سید امین عاصم تھے۔ ۲۵ر ذی الحجہ ہفتہ کو مکہ کے قریب سید الشہداء نامی مقام سے مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہوا۔

سلطانی راستہ سے قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ رابغ میں بدو گولی چلا رہے تھے، وہاں سے بئر حسینی گئے

---

* استاد جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اور روک لئے گئے' پھر دو دو مجیدی روپے دے کر راستہ چھوڑ دیا گیا' قافلہ اونٹوں کا تھا اور ۸/۹ سو تک تعداد تھی۔ ۵ یا ۶ محرم کو منزل خیف پہنچے جہاں بدوؤں نے ایک ماہ تک قافلہ ٹھہرائے رکھا۔

ان بدوؤں نے شریف مکہ کے خلاف راستے کا ٹیکس بند کرنے پر اودھم مچا رکھا تھا اور احتجاجاً حاجیوں کو تنگ کرتے تھے' ان کے لیڈر عباس نامی شیخ تھے' بالآخر حجاج نے ٹیکس پورا کیا۔ امیر حبیب اللہ کے والد نے تین سو پونڈ' ملا شور بازار نے دو سو پونڈ' اور شیخ صالح محمد نے ۵ سو پونڈ اور باقی سب حجاج نے ٹیکس کی رقم جمع کر کے ان کو دی' میرے والد مولانا عبدالقادر صاحب تنہا قافلے سے چھپ کر کہیں گئے تھے' ۷/۸ دن تک ان کی کوئی اطلاع نہیں آئی تھی۔ ۷/۸ امحرم کو یہاں سے بھاگ نکلے تھے۔ ہم سات رفقاء سوائے حاجی کمال الدین کے ان کے پیچھے قافلہ چھوڑ کر روانہ ہوئے۔ اور ہم سب نے اپنے پیسے اور سامان وغیرہ دفنایا تھا۔ اس کے بعد ہمارا سفر شروع ہوا' پینے کے پانی کے لئے سخت تکلیف پیش آتی رہی۔ بئر علی سے کافی پہلے ایک گھر نظر آیا۔ میرے دادا (الحاج معروف گل) نے آواز دی۔ یارب کریم! تو اس گھر والوں نے جتنا پانی تھا دیا اور کچھ کھجوریں بھی دیں اور کہا کہ واللہ گھر میں اور کچھ نہیں ورنہ وہ بھی کھانے کو دیتے۔ وہاں سے ہم روانہ ہوئے' پیاس کی وجہ سے سکرات کی حالت ہم پر طاری تھی۔ ایک کنواں نظر آیا اس میں جھانک کر دیکھا تو ایک شخص اس میں چادر اوڑھے نظر آیا۔ شاید وہ شخص شدت پیاس کی وجہ سے اس میں کودا ہوگا اور وہیں مر گیا ہوگا۔ ہم نے کنویں سے میلا اور گدلا پانی نکالا اور چھان کر پی لیا اور نڈھال ہو کر سو گئے۔ وہاں سے روانہ ہوئے تو پھر راستہ گم کر دیا۔ بدوحدی خوانی کرتے ہوئے روانہ تھے۔ ہمیں انہوں نے دیکھ لیا تو بندوق تانے پہنچ گئے' ہم نے کہا مدینہ جا رہے ہیں' تب چھوڑ دیا۔ جب سکرات کی حالت میں ہمیں پانی ملا تو آپکے دادا نے ہمیں ایک ایک گھونٹ پینے کو دیا اور کہا کہ یکدم پیؤ گے تو نقصان ہوگا۔ دوسرے دن بئر علی کو پہنچے وہاں پر بھیڑ بکریوں کی آواز سن کر ان کے پیچھے گئے کہ شاید وہاں پانی ہوگا۔ وہاں پر ہم نے پانی پیا۔ چرواہوں نے ۵ر پیسے سے کافی دودھ دے دیا۔ اور ہم نے اس میں پانی ڈال کر خوب پیا اور کھجور بھی ملیں۔ بئر علی سے مدینہ تک مسافت ہم نے مغرب کے بعد شروع کی' راستے میں تیز ہوا چلنے لگی ایک قدم اٹھاتا تو ہوا کے زور سے کئی قدم آگے جاتے عجیب معطر خوشبو بھی ہوا میں محسوس ہو رہی تھی' مدینہ منورہ کے راستے میں دو بدو ایک باغ سے نکلے' انہوں نے حملہ کیا۔ آپ کے جد امجد کے کاندھے پر دری تھی' وہ لوگ اس کو بھگا کر لے گئے۔ وہ بھی ان کے پیچھے بھاگنے لگا۔ ہم نے اس کو روک لیا کہ وہ لوگ خود بھاگ گئے ہیں' سحری کے وقت مدینہ منورہ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام کی آوازیں آئیں' ہم سمجھے کہ مدینہ منورہ قریب ہے ہم مدینہ منورہ کے سٹیشن (جسے عنبریہ کہتے ہیں) کے ساتھ سوئے۔ صبح روانہ ہو کر ۵ ر بجے کے قریب مدینہ منورہ پہنچے میرے والد مولانا عبدالقادر جو گم ہو گئے تھے' باب الرحمت میں کھڑے تھے۔ ان کی ملاقات سے بہت خوشی ہوئی' حرم میں داخل ہوئے روضہ مطہرہ کا دیدار کیا۔ مدینہ منورہ اکثر خالی تھا' کیونکہ اس سے پہلے سخت قحط آیا تھا اور مدینہ سے لوگ بھاگ گئے تھے' شاہ بخارا کے رباط اور مدرسہ میں گئے۔ سید حسن مہاجر ترکی کے مدرسہ میں رہے۔ خیف والا قافلہ بھی پہنچا تھا۔ قافلہ نے ۹ ر دن قیام کیا اور پھر ہم سب اکٹھے واپس ہوئے' واپسی میں خیف پہنچے تو خزانہ امانت تھا۔ مال لے کر عمراء کے راستے ینبوع بندرگاہ کو

آئے۔ وہاں تین دن قیام کیا۔ آپ کے دادا (حاجی معروف گل) ایک مچھلی پکڑ کر لائے تھے۔ ۲۰/۲۵ سیر تھی سب نے خوب کھائی اور کچھ پھینک دی۔ ___ ینبوع میں ایک کشتی تھی اس میں مولوی عاشق الٰہی میرٹھی بھی تھے' وہ لوگ ہندوستانی تھے۔ ان لوگوں نے کہا یہ لوگ پٹھان ہیں ان کو نہیں چھوڑیں گے۔ اس پر جھگڑا ہوا اور ہم کشتی سے اُتر گئے۔ ایک دخانی جہاز جس میں گولہ بارود بھرا ہوا تھا۔ وہ جارہا تھا۔ ہم لوگ اس میں ینبوع سے بلا قیمت سوار ہوئے۔ ایک رات دریا میں گزار کر دوسرے دن جدہ پہنچ گئے اور وہ کشتی جس میں ہمیں سوار نہیں کیا گیا' آٹھویں دن سخت تکلیفوں سے پہنچی۔ ہم پانچ چھ دن جدہ میں رہے' خوب سیر کی' بی بی حوا کا روضہ بھی جدہ میں دیکھا۔ آخری جہاز تھا مسکینوں کے لئے' جس کے پاس جتنا تھا اسی قیمت پر ٹکٹ لے لیا۔ پہلے اسی روپے قیمت تھی اس کے بعد گرتے گرتے چالیس تک پہنچ گئی۔ آپ کے دادا نے بھی چالیس کا ٹکٹ لیا اور اکثر لوگ اس میں مفت سوار ہوئے۔ ۱۴ دن جہاز نے سفر کیا۔ ستمبر میں ہم اکوڑہ پہنچے۔ لوگوں نے شاندار استقبال کیا۔ آپ کے پردادا میر آفتاب (حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے جدامجد) ۱۹۲۴ء میں حج کو تشریف لے گئے تھے اور میرے بڑے بھائی حاجی محمد یوسف بھی ان کے ہمراہ تھے۔

جدامجد مرحوم کے والد حاجی میر آفتاب کے اسفار حج: میرے پردادا یعنی حضرت شیخ الحدیث کے دادا الحاج میر آفتاب صاحب مرحوم پہلی دفعہ ۱۹۲۴ء میں حج بیت اللہ شریف کو گئے۔ اسوقت مالی حالت ایسی نہ تھی اور سخت خطرات تھے مگر ان کا بے پناہ جذبہ عشق و اشتیاق اس کا باعث بنا۔ ان کے رفقاء سفر میں جناب الحاج محمد یوسف (رکن دارالعلوم) ابن مولانا عبدالقادر مرحوم بھی تھے' انہوں نے اس سفر کی یہ تفصیل بتائی کہ اکوڑہ خٹک سے میں اور حاجی الٰہی بخش محلہ ککے زئی' جناب میر حسین محلہ ککے زئی اور والدہ شیخ شرف الدین ساتھ تھے' یہاں سے ریل گاڑی میں بمبئی گئے۔ تقریباً ۲۵ دن ٹھہرنا پڑا کیونکہ میں (حاجی محمد یوسف) اپنے والد کی اجازت کے بغیر روانہ ہوا تھا اور بمبئی سے بذریعہ خط و کتابت اپنے والد سے اجازت لینی پڑی۔ پہلے تو اجازت نہ دی لیکن بعد میں راضی ہوئے۔

اس کے بعد ہم سب بمبئی سے بحری جہاز سے روانہ ہوئے۔ جدہ سے میں اور حاجی میر آفتاب مرحوم ایک اونٹ پر سوار ہوئے۔ مجھے سواری پر بہت نیند آتی تھی' تو میں نے پگڑی سے اپنے آپ کو حاجی میر آفتاب سے باندھ لیا تاکہ نیند کی حالت میں سواری سے گر نہ پڑوں۔ دریں اثنا قبلہ بزرگوار نے ازراہ ظرافت وہ پگڑی کھول دی اور میں نیند میں اونٹ سے گر پڑا۔ صبح جدہ سے آئے۔ اور حانامی جگہ پہنچے' پڑاؤ کیا' دن کو آرام کیا اور رات کو پھر عازم مکہ مکرمہ ہوئے۔ ہم سب سواریوں پر تھے' مگر یہاں سے آگے قبلہ بزرگوار نے پاپیادہ سفر کیا' چنانچہ وہ مکہ مکرمہ تک پیدل چلتے رہے اور صبح کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ شیخ عبدالعزیز بمبئی والے ہمارے معلم کا نام تھا۔ ___ یہ زمانہ شریف حسین کی حکومت کا تھا اور اس سال ابن سعود نے طائف وغیرہ کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ ناصر الملک مہتر چترال بھی حج کرنے آئے تھے' ان کو ہم نے عرفات کے میدان میں دیکھا۔ بہت وجیہہ تھے جس کی وجہ سے لوگ انہیں بہت بڑے بزرگ سمجھے اور اس کے ہاتھوں میں شکرانے اور تحفے ڈالتے' اور وہ ہنستے رہتے۔ ہمارے ایک ساتھی میر حسین ککے زئی نے میدان عرفات میں دعا کی' اے خدا میں نے بہت گناہ کئے ہیں میرے گناہ معاف کردے اور مجھے یہاں سے واپس

ملک نہ لے جا۔ چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی' عرفات سے اسی دن عصر کے وقت منیٰ آ رہے تھے تو مزدلفہ کی حدود میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے انتقال فرما گئے اور ان کی یہ خواہش پوری ہوئی۔ قبلہ بزرگوار ہزار شوق اور تڑپ کے باوجود مدینہ منورہ نہ جاسکے۔ کیونکہ شریف مکہ اور ابن سعود کے درمیان گڑ بڑ کی وجہ سے راستہ غیر محفوظ تھا اور یہ حضرات مکہ معظمہ میں سترہ دن رہ کر عازم وطن ہوئے اور یہ سفر غالباً ۳ ماہ کے عرصہ میں پورا ہوا۔ بمبئی سے بذریعہ ریل گاڑی واپس ہوئے اور تمام اہل اکوڑہ نے ان کا شاندار استقبال کیا۔ (۵/اپریل تا ۱۳/اپریل ۱۹۵۸ء)

میرے پردادا کا دوسرا حج: قبلہ حاجی میر آفتاب صاحبؒ پہلے حج میں مدینہ طیبہ نہ جاسکے تھے اور یہ حسرت اور اشتیاق دل میں رہا اور موقعہ کی تلاش میں رہتے اور ہر قسم کی بے سروسامانی کے باوجود دوبارہ روانہ ہوئے۔ اس دفعہ حاجی کجیر گل آف آدم زئی اور حاجی شتاب گل آف اکوڑہ ان کے ساتھی تھے پہلے حج کے بعد یہ حج دو تین سال بعد ہوا۔

مولانا مدنی اور حضرت کشمیریؒ کی تقبیل یدین سے ناراضگی: حضرت والد صاحب نے فرمایا کہ ہمارے حضرت مولانا مدنیؒ بھی تقبیل یدین (ہاتھ چومنے) کیلئے کسی کو نہیں چھوڑتے تھے یہاں اکوڑہ خٹک بھی جب تشریف لائے تو دونوں ہاتھ بغلوں میں چھپا دیئے اور اسی خاطر کسی سے مصافحہ نہ کرتے کہ کوئی جھک کر آپکے ہاتھ کو چوم نہ لے۔ ایک دفعہ سفر حج سے تشریف لائے سینکڑوں افراد استقبال کیلئے سٹیشن پر کھڑے تھے آپؒ نے اترتے ہی ہاتھ پہلو میں باندھ لئے اور کسی کو جھک کر مصافحہ کرنے نہ دیا۔ اور فرمایا کہ کیا ہوا اگر حج سے آیا۔ یہاں اکوڑہ میں آنے پر ایک دو افراد نے ہاتھ چوما تو آپ نے سختی سے جھڑک دیا۔ پھر دو افراد کا تقرر اسلئے کیا گیا کہ لوگوں کو تقبیل سے منع کریں۔ جب حضرت مدنی مظفر نگر جیل میں (قید) تھے تو رہائی کے وقت ہم وہاں گئے۔ حضرت شیخ الادب صاحب (اعزاز علی) وغیرہ اکابر علماء بھی ساتھ تھے' رہائی کے بعد آپ ایک لاری میں بیٹھ گئے حضرت ڈرائیور کے ساتھ دوسری سیٹ پر بیٹھ گئے اور ہم پچھلی سیٹوں پر بیٹھ گئے' اس دوران ایک بڑا افسر آیا اور حضرت مدنی کے ساتھ بات چیت میں مصروف ہوئے۔ لاری کے نیچے کھڑے لوگ حضرت کے پاؤں اور ہاتھوں کے برابر (متوازی) تھے' میں نے خود دیکھا کہ لوگ حضرت شیخ کو مصروف پا کر ان کے پاؤں اور ہاتھ چومنے میں لگ گئے۔ جس پر آپ نے جلدی سے اپنے پاؤں سمیٹ لئے اور لوگوں کو سختی سے منع کیا۔ ہم نے آپ کے مکان پر بڑے متقی اور ممتاز علماء کو دیکھا لیکن کسی کو یہ موقع مشکل سے ملتا' کبھی کبھی جب آپ چارپائی پر لیٹ جاتے تو بڑے اجلہ علماء کو انکے پاؤں چومتے دیکھا۔ جیسے حضرت امیر شریعت عطاء اللہ شاہ بخاری کو دیکھا ایک دفعہ حضرت مدنی کی چارپائی کے پائنتی کے پاس بیٹھ کر دیکھا۔ بیان کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اساتذہ اور اکابر ان چیزوں سے حتی الوسع منع کرتے اور خفا ہوتے تھے۔ جب میں دیوبند گیا تو اس وقت حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ دارالعلوم دیوبند کی (تدریس) سے علیحدہ ہو گئے تھے' ایک دفعہ ان سے ملاقات کیلئے جانا ہوا میرے ساتھ ایک دوسرے ساتھی بھی تھے' عصر کی نماز شاہ صاحبؒ کی مسجد میں پڑھی جب مسجد سے نکلے تو مجھے تو حضرت شاہ صاحبؒ کی طبیعت معلوم تھی کہ تقبیل ان کو بری لگتی ہے لیکن میرے ساتھی کو علم نہ تھا' اس نے پے درپے اُن کے ہاتھ کو

چومنا شروع کردیا جس پر حضرت شاہ صاحب نے منع کر کے فرمایا ''مولوی صاحب مکروہ تحریمی ہے بحرالرائق میں لکھا ہے'' ماخوذ از درس ترمذی شیخ الحدیث باب تقبیل الید) ۲۶رجنوری ۵۸ء

والد ماجد کا ارشاد کہ امکان کذب کے بجائے توسیع قدرت کی اصطلاح مناسب:

والد صاحب نے درس ترمذی میں فرمایا: امکان کذب کا مسئلہ زیر بحث رہتا ہے' بظاہر یہ لفظ طبائع پر شاق گزرتا ہے اس لئے ''توسیع قدرت'' یا اس قسم کے دوسرے عنوان سے اس مسئلہ کو ظاہر کرنا مناسب ہے کہ اللہ وعدہ کئے ہوئے چیز کی جانب مخالف پر بھی قادر ہے لایسئل عما یفعل وھم یسئلون (درس ترمذی شیخ الحدیث)

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

خلیفہ عباسی ناصر الدین نے خود چنگیز خان کو خوارزم پر چڑھائی کی ترغیب دلائی تھی۔ شیعہ ابن علقمی وزیر مستعصم باللہ نے ہلاکو خان کو بغداد پر حملہ کرنے کی خفیہ دعوت دی یہ دعوت وزیر کے معتمد نصیر الدین طوسی لے گیا تھا۔ ان اللہ لا یغیر مابقوم حتیٰ یغیروا مابانفسھم (بحوالہ ترجمان جلد ۲ تفسیر سورۃ الانبیاء)

مولانا احمد علی لاہوری کا مکتوب گرامی:

۱۴ر رمضان ۱۳۷۷ھ: مخدومی و مخدوم العلماء حضرت مولانا عبدالحق صاحب دامت برکاتہم از احقر الانام احمد علی عفی عنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ اپنے دار العلوم کے تمام شعبوں کے اساتذہ کرام اور تعداد طلبہ سے مطلع فرمادیں' میں ان اعداد و شمار کو خطبہ جمعہ میں ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے جواب سے جلدی مطلع فرمایا جائے گا۔

دارالعلوم حقانیہ کے گیارہ سال مکمل ہونے پر شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری کا امراء اور حکام کو چیلنج

اے تعلیم یافتہ حضرات! اگر آپ اجازت دیں تو کیا آپ سے پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے قومی خزانے سے آج تک لاکھوں روپیہ بصورت تنخواہ وصول کیا اور لاکھوں روپیہ غیر ممالک کی سیر و تفریح میں خرچ کیا اور دوسرے ممالک میں اجنبی عورتوں سے ڈانس بھی کیا، پاکستانی روپے سے غیر ممالک میں جاکر خوب شراب پلائی اور خود بھی پیٹ بھر کر پی۔ اس غریب اور مفلس قوم کا روپیہ برباد کر کے اپنی قوم کا کیا بھلا کیا؟ آپ نے وہی کیا جو اپنا کچا چٹھا سن چکے ہیں۔ بایں ہمہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں۔ میرے تعلیمیافتہ بھائیو! مسلمان کا ایمان ہے کہ قیامت آنے والی ہے، اس دن ہر ایک انسان سے اس کے اعمال کا حساب لیا جائے گا کہ اپنے خالق کے لئے کیا کیا تھا؟ اور اس کے دین کی کیا خدمت کی تھی اور خود دین الٰہی کی کتنی پابندی کی تھی؟ اس دن کیا جواب دیں گے؟ کیا اس دن آپ یہی جواب دیں گے کہ شراب پیا کرتے تھے، پرائی عورتوں سے ڈانس کیا کرتے تھے، ثقافت اسلامی کے نام سے رقص و سرود کی محفلیں رچایا کرتے تھے اور اسی اسی ہزار روپیہ اے اللہ تیرے بندوں کی کمائی کا (جو ٹیکسوں سے وصول کیا کرتے تھے) ان رنگ رلیوں پر صرف کیا کرتے تھے۔ اور جب علماء دین ان حرکتوں پر ہمیں متنبہ کیا کرتے تھے تو ہم جواب میں کہا کرتے تھے کہ مولوی بڑے بے ایمان ہیں، مولوی کیا جانتے ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔ میرے بھائیو! خدا سے ڈرو، خدا تعالیٰ قہار ہے، جبار ہے۔ جب تمہیں پکڑے گا تو تمہیں اس کی گرفت سے

کوئی بھی نہیں بچا سکے گا۔

قرآن مجید کی تعلیم سے بے نیاز ہونے والے بھائیو غور سے سنو!

الـم تكـن ايتى تتلىٰ عليكم فكنتم بها تكذبون قالو ربنا غلبت علينا شقوتنا وكنا قوماً ضا لين ربنا اخرجنا منها فان عد نا فانا ظلمون قال اخسئوافيها ولا تكلمون

(ترجمہ) ''کیا تمہیں ہماری آیتیں نہ سنائی جاتی تھیں پھر تم انہیں جھٹلاتے تھے۔ کہیں گے اے ہمارے رب ہم پر ہماری بدبختی غالب آگئی تھی اور ہم لوگ گمراہ تھے۔ اے رب ہمارے ہمیں اس سے نکال دے اگر پھر کریں تو بیشک ہم ظالم ہوں گے، فرمائے گا اس میں پھٹکارے ہوئے پڑے رہو اور مجھ سے نہ بولو۔''

اب سنیئے! اسلام کے حفظ و بقا کے لئے علماء کرام نے کیا کیا!

مذاکرہ کا افتتاح کرتے ہوئے صدر مملکت جناب میجر جنرل سکندر مرزا نے تنگ نظر ملائیت پر بھرپور حملے کرنے کی کوشش فرمائی اور اہل علم ونظر کی دعوت دی۔ وہ اسلام کے سرمدی اور جاودانی اصولوں کو ملا ازم کی غلط روایات سے علیحدہ ہو کر ضروریات زمانہ کے مطابق پرکھیں اور مقتضیات حاضرہ پر ان کا انطباق کریں۔

کاش! صدر مملکت اس قسم کے فرسودہ اور بے معنی طرز تخاطب کی بجائے اس موقعہ پر زیادہ ٹھوس اور زیادہ وزنی ارشادات اپنے نطق ہمایوں سے ادا فرماتے۔

ملا ازم کے خلاف ہر تھرڈ کلاس گریجویٹ اور ہر سیاسی نٹ کھٹ ' گرجنے اور برسنے کا عادی ہے' اس لئے صدر مملکت نے اس فرسودہ زمین پر طبع آزمائی فرما کر کوئی نئی بات نہیں کی۔ مزا تو جب تھا کہ اس بین الاقوامی اجتماع میں صدر مملکت اپنے بلند منصب اور بیش بہا اعزاز کے مطابق تاریخ کی کچھ باتیں بھی کہتے اور حالات حاضرہ کے تقاضوں کے مقابلہ میں اسلام کے موجودہ اور مستقبل کے زوال کا ذکر بھی فرماتے تاکہ صرف قومی اخبارات میں چھپنے کی بجائے ان کی تقریر دلپذیر بین الاقوامی پریس کے لئے بھی کاپی بن سکتی۔

۱۔ کیا صدر مملکت کو یہ معلوم نہیں کہ جب برطانوی، فرانسیسی، ڈچ اور ہسپانوی امپیریلزم نے مشرق میں اپنے پاؤں پھیلائے اور ایشیاء کے ممالک ان قرمانی طاقتوں کے سامنے پس گئے اور مسلمانوں کی سلطنتوں کے چراغ ایک ایک کر کے گل ہو گئے تو وہ یہی ملا ہی تھے جنہوں نے کرانٹوں کے الحاق اور زندقہ اور ان کی تہذیب و تمدن کے مسموم اثرات سے جمہور اسلام کو محفوظ رکھنے کے لیے منظم جدو جہد کی؟

۲۔ کیا صدر مملکت اس بات سے بے خبر ہیں کہ اگر ملا ازم حاکموں کی فتوحات کے سیلاب کے سامنے اپنا فناٹازم اور شدت تعصب کی شکل میں چٹان کی مائنڈ ڈٹ نہ گئی ہوتی تو اس میں جاہ پرست طبقوں سے لے کر مسلم جمہور سب ہی خس وخاشاک کی طرح بہہ گئے ہوتے۔

۳۔ کیا جناب میجر جنرل سکندر مرزا اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ سلطنت ختم ہو جانے کے باوجود ملاؤں کی وجہ ہی

سے ہماری سماجی زندگی اسلام کے رخ پر قائم ہوئی۔

۴۔ کیا یہ ملا ہی نہ تھے جنہوں نے ہمارے بچوں کی پیدائش پر کان میں اذان کہنے کی رسم اور موت کے آخری دموں پر سورۃ یٰسین کی تلاوت پر اصرار سے مسلم عوام اور خواص میں اسلامی احساس کو بیدار رکھا۔

اگر ملا اس تعصب سے کام نہ لیتے تو آج مسلمانوں کے بچے الیگزنڈر اور جان کہلانے والے تو ہوتے لیکن اسکندر اور خلیق الزمان کہلانے والے خال خال ہی نظر آتے۔

۵۔ آخر یہ کس کا اعجاز ہے کہ سلطنت ختم ہو جانے کے دوسو سال بعد بھی ظلمت کدہ ہند میں نو دس کروڑ فرزندان توحید موجود تھے اور فرنگی کے منحوس اور تاریک سایوں کے باوجود ان کی سیاسی اور سماجی زندگی اپنے انوکھے پن سے قائم تھی۔

۶۔ اگر آج بھی تاریخ کا دیانتداری سے مطالعہ کیا جائے تو بیسویں صدی میں اسلامی ملکوں میں نئی قومی تحریکوں میں ان لوگوں کا ہی ہاتھ تھا جنہیں آج کے پڑھے لکھے جاہل لوگ ملا کٹ، ملا متعصب اور تنگ نظر کے نام سے پکارتے ہیں۔

۷۔ مسلمانوں کی قومی زندگی میں جس قدر قربانیاں ملاؤں نے کی ہیں اس کا عشر عشیر بھی فرنگی کی معنوی اولاد نے نہیں کیں

حضرت علامہ اقبالؒ نے انہی جذبات سے متاثر ہو کر ملا کو اس طرح خراج تحسین پیش کیا تھا۔

افغانیوں کی غیرت دیں کا ہے یہ علاج　　ملا کو اس کے دشت و دمن سے نکال دو

تقسیم ملک کے بعد علماء کرام نے کیا کیا؟ مملکت خداداد پاکستان کی گذشتہ دس سالہ زندگی میں تعلیم یافتہ طبقہ نے جو کچھ کیا ہے وہ آپ سن چکے ہیں کہ سوائے پارٹی بازی کی لڑائی کے اور اپنی پارٹی کو برسر اقتدار لانے کے اور ایک دوسرے کی پارٹی کے گرانے کے اور انہوں نے کیا کیا ہے؟ ملک کے باشندے اشیاء کی گرانی کے باعث سخت مصیبت میں مبتلا ہیں، بقدر ضرورت کاروبار نہ ملنے کے باعث پریشان حال ہیں۔ ایک دفعہ میں نے گرم صدری کے لیے کپڑا خریدا جو ۹ روپے گز کے حساب سے ملا، درزی میرے ساتھ تھا وہ کہنے لگا جی انگریز کے وقت میں یہ کپڑا ہم ۱۹ آنے گز کے حساب سے خریدا کرتے تھے، علیٰ ھذا القیاس ہر چیز کی گرانی نا قابل برداشت ہے علماء کرام نے تقسیم ملک کے بعد مدارس عربیہ قائم کیے ہیں تاکہ مسلمانوں میں اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرنے والے پیدا ہوں۔ مثلاً

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور اس کے بانی حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ حقانی سابق مدرس دارالعلوم دیوبند ہیں۔

کوائف دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک: سال گذشتہ رمضان سے پہلے کی رپورٹ نوٹ:۔ تقسیم ہند کے بعد ۱۳۶۶ میں دارالعلوم حقانیہ کا سنگ بنیاد توکلا علی اللہ دارالعلوم اور حضرات اکابر کے طریق کار کو ملحوظ رکھتے ہوئے رکھا گیا۔ اللہ کے فضل سے (اب) اسے مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس قلیل عرصہ میں (ابھی دارالعلوم کا آغاز ہے)۔

۳۵۰ طلباء باقاعدہ سند فراغت حاصل کر کے ملک و بیرون دینی و ملی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ والحمدللہ۔

شعبہ عربی علوم دینیہ: سال رواں (۱۹۵۸ء میں طلباء علوم دینیہ کی تعداد..........۳۳۰

تعداد اساتذہ............................... ۹عدد

شعبۂ تجوید وقرأت.................. ......ایک ماہر قاری

شعبۂ افتاء وتبلیغ.........................ایک ماہر وفاضل مفتی

شعبہ تعلیم القرآن (درجۂ پرائمری) سال رواں (۱۹۵۸ء) میں تعداد طلبہ..........۵۰۰

تعداد اساتذہ.............................. ۷عدد

نصاب تعلیم عصری ضروری تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم وتربیت ۱۹۳۷ء حضرت شیخ العرب والعجم امام العصر مولانا مدنیؒ نے باقاعدہ اس شعبہ (تعلیم القرآن) کا افتتاح اپنی تشریف آوری کے موقعہ پر فرمایا اس عرصہ میں کئی ہزار بچے اس درجہ سے فیضیاب ہوئے ہیں۔ کل تعداد طلبہ دارالعلوم حقانیہ درجہ عربی وفارسی..........۸۳۰

کل تعداد اساتذہ کرام.............................۱۷

اخراجات ماہانہ خرچ کا تخمینہ اوسطاً..........ساڑھے چھ ہزار روپے (6500/-)

سال رواں (۱۹۵۸ء) سالانہ اخراجات کا بجٹ.......... اٹھتر ہزار روپے (78000/-)

درجہ عربی کے تمام طلباء کی ضروریات (مثلاً) کتب، قیام وطعام، روشنی ادویہ، صابن، ضروریات امتحانات وغیرہ کا دارالعلوم کفیل ہے۔۔ مطبخ سے اس سال ۲۰۰ طلباء کو صبح وشام کھانا دیا جاتا رہا ہے۔

تعمیرات: تقریباً ایک لاکھ روپیہ کی لاگت سے دارالعلوم کیلئے ایک شاندار عمارت تعمیر ہو چکی ہے، جو درسگاہوں اور دفاتر پر مشتمل ہے۔ دارالاقامہ ومسجد کی تعمیر کی حالاً اشد ضرورت ہے جس پر کئی لاکھ روپیہ کی لاگت کا تخمینہ ہے۔

تعلیم یافتہ طبقہ کو چیلنج مغربی پاکستان کی گیارہ سالہ زندگی میں اسلام کی خدمت: جو ایک عالم دین حضرت مولانا عبدالحق صاحب اکوڑہ خٹک والوں نے کی ہے۔ کیا آپ سب نے مل کر جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اتنی کی ہے حالانکہ آپ نے مملکت پاکستان کا لاکھوں روپیہ ہضم کیا ہے۔

تقسیم ملک کے بعد علماء کرام نے پاکستان میں بقاء واحیاء اسلام کے لئے جو خدمات انجام دی ہیں، کیا پاکستان کا تعلیم یافتہ طبقہ جو برسر اقتدار ہے وہ احیاء دین کی خدمات کا کوئی نمونہ پیش کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں!

دعاء اے حق پرست علماء کرام! خدا تعالیٰ آپ کی خدمات کو قبول فرمائے، اور جنت الفردوس کا داخلہ نصیب فرمائے۔ اور اے (جدید) تعلیم یافتہ حضرات! خدا تعالیٰ تمہیں بھی اس قسم کی خدمات جلیلہ کی توفیق عطا فرمائے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حضور میں سرخرو ہو جائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنیؒ کی دارالعلوم حقانیہ میں تشریف آوری حاجی محمد امین کے ہاں موئے مبارک کی زیارت دارالعلوم میں حضرت عباسی کا خطاب اور جامع مسجد کا سنگ بنیاد:

جمعہ ۱۴ رمارچ ۵۸ء ۲۲ شعبان ۷۷ھ مدینہ منورہ کے مشہور شیخ عالم اور رہنما ومرشد حضرت مولانا عبدالغفور صاحب عباسی

مہاجر مدنی باب مجیدی (متوطن چغرزئی جدباریاست سوات) دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ صبح سویرے ۶ بجے بندہ حاجی سید نور بادشاہ رکن دارالعلوم کی معیت میں کار لے کر مجاہد آباد ترنگزئی گئے وہاں حاجی محمد امین صاحب مدظلہ کے کتب خانہ میں حضرت مولانا جلوہ افروز تھے اولین نظر پڑی اور اہل اللہ اور اکابرین کا نمونہ سامنے آ گیا حضرت صاحب بیعت کر رہے تھے فراغت کے بعد مصافحہ ہوا فرمایا اچھا تم آئے کار لائے ہو؟ ہم نے کہا جی ہاں۔ جناب نور بادشاہ نے بندہ کا تعارف کرایا غور سے دیکھا اور فرمایا ''اچھا یہ تو بہت اچھے ہیں'' سامنے بٹھلایا مجلس علماء و دیندار افراد و مریدین سے بھری تھی اتنے میں حاجی صاحب بھی آئے ان سے بات چیت ہوئی چائے آئی ہماری قسمت میں حضرت کے ساتھ شرکت کی سعادت آئی اپنے ہاتھ سے حقیر کو انڈا جو کھا رہے تھے حصہ دیا وہاں چائے کے بعد نبی اقدس ﷺ کے موئے مبارک کی زیارت ہوئی بڑے احترام واکرام سے کئی صندوق اور بے شمار مندیل و غلافوں میں بند تھا سب لوگ درود پڑھ رہے تھے اور زیارت ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ ''حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم کا ایک جبہ تھا جسے ہم لوگ بیماری وغیرہ میں پانی ڈال کر پیتے وہ پانی موجب شفاء ہوتا ظاہر ہے کہ اس جبہ کو ملابست وملامست بدن مطہرہ کی وجہ سے کرامت حاصل تھی اور یہ تو جسد اطہر کا ایک جزء بدن ہے اسلئے اسے پانی میں ڈال کر پانی مجمع پر پلا دیجئے پھر فرمایا کہ یہی طریقہ وہاں مدینہ منورہ میں موئے مبارک کیساتھ کیا جاتا ہے جو شاہ عبدالغنی مجددی کے خاندان میں موجود ہے چنانچہ حاجی صاحب نے اسے خود شیشہ کی بوتل سے احتراماً نکال کر پانی کے کاسہ میں ڈالا وہ برتن بھی مدینہ سے حاجی محمد امین ترنگ زئی لائے تھے۔ وہ پانی اولاً حضرت صاحب نے تناول فرمایا پھر لوگوں نے اس حقیر کو بھی چند قطرے نصیب ہوئے۔ ایں سعادت بزور بازو نیست

وہاں سے کاروں کے ذریعہ حضرت صاحب کو اکوڑہ خٹک روانہ کیا بندہ کو حضرت کیساتھ کار میں بیٹھنے کی سعادت حاصل ہوئی احقر نے موئے مبارک کے متعلق سوال کیا فرمایا اس کے متعلق تو کوئی دلیل ہمیں معلوم نہ ہوسکی لیکن مدینہ میں جو ہے وہ تو متواتر ثقہ افراد میں چلا آ رہا ہے اور قابل اطمینان ہے اور بہرحال ہمیں تو جو چیز بھی آپ کو منسوب ہو احترام ہی کرنا ہے''

راستہ میں اتمان زئی میں شاہنواز خان کے مکان میں چند منٹ کیلئے اترے جنہوں نے بیعت کی اور داڑھی رکھنے کا عہد کیا۔ وہاں مجلس میں خاص مراقبہ و توجہ فرمائی اس حلقہ میں یہ ناچیز بھی بیٹھا۔ ۱۱ بجے کے قریب اکوڑہ پہنچے دارالعلوم معتقدین و معززین سے کھچا کھچ بھرا تھا اکثر وہ حجاج تھے جن کو کبھی مدینہ میں حضرت ؒ سے ملنے کا شرف حاصل ہوتا تھا والد ماجد نے پھول پیش کئے اور لوگوں سے مصافحہ کرتے ہوئے تعارف کرایا دارالعلوم کے تعمیرات وغیرہ کا معائنہ کیا۔ دارالشوریٰ بالائی حصہ دارالحدیث میں نماز نفل پڑھی پھر دارالحدیث میں جلوہ افروز ہوئے۔ کافی معززین کے ساتھ چائے نوش فرمائی پھر کاروں میں بیٹھ کر بادشاہ گل صاحب کی دعوت پر چند منٹ کے لئے جامعہ میں اترے مزار کے قریب دعا کی اور وہاں سے روانہ ہو کر ہمارے آبائی مسجد قدیم (محلہ ککے زئی) تشریف لائے والد ماجد نے ان کے متعلق مختصر تقریر کی اور خطبہ پڑھا حضرت صاحبؒ نے نماز جمعہ پڑھائی نماز کے بعد اس حقیر نے حضرت کی بارگاہ میں سپاسنامہ عقیدت واخلاص حضرت مہتمم واراکین واہالیان اکوڑہ کی جانب سے پیش کیا جس سے حاضرین متاثر تھے خود حضرت صاحبؒ نے بعد میں پوچھا کہ تم نے خود بنایا تھا الفاظ آپ کے تھے میں نے کہا حضرت آپ ہی کی کرامت و توجہ تھی فرمایا تمہارا کمال ہے پھر

کتابوں وغیرہ کے متعلق پوچھا کہ کیا پڑھتے ہو؟ بعد میں مردان میں اس سپاسنامہ کے متعلق تحقیق کی کہ کہیں گم نہ ہوا سے ساتھ لے جاؤں گا کہ اس علاقہ کے علماء کی یادگار رہے گی۔ سپاسنامہ کے بعد حضرت والا نے ایک گھنٹے تک بصیرت افروز تقریر کی جس میں ترک دنیا' ترک اعمال شیعہ' ذکر حق فکر حق اور عبادات و اعمال صالحہ پر خصوصا ظاہری صورت کو بھی ٹھیک کرنے پر قرآن وسنت کے اور حضرات صوفیاء کے اقوال وسیرت کی روشنی میں زور دیا' جس سے ہر شخص پر گریہ طاری تھا' حضرتؒ نے بھی حمد وثنا کا آغاز حالتِ گریہ میں کیا' تقریر کے اختتام میں اس خوش قسمت ناچیز کا بھی سپاسنامہ پر شکریہ ادا کیا اور فرمایا یہ آپ لوگوں کا حسنِ ظن ہے کہ ''اچھے الفاظ سے یاد کیا ورنہ میں کیا'' تقریر کے بعد عجیب رقت انگیز انداز میں دعا فرمائی لوگ آمین کہتے رہے' تقریر کے بعد عام لوگوں نے جن میں علماء وفضلاء شامل تھے بیعت کی۔ اس ناچیز کے ہاتھ کو بھی ہاتھ میں لے کر بیعت کرایا اور قلب پر ''اللہ'' کے ضرب لگائے مجاہد آباد سے آتے ہوئے راستہ میں زیادت علم کے لئے فرمایا کہ اللھم نور بالعلم قلبی واستعمل بطاعتك بدنی وبارك وسلم علیه کاورد کیا کرو۔ اس وقت بھی ہم بھائیوں کو خاص دعا کی میرے ہاتھوں کیساتھ جو دیگر ہاتھ انکے مبارک ہاتھوں میں تھے ان میں ہمارے استاد مولانا عبدالغنی دیروی کے ہاتھ بھی شامل تھے' نماز کے بعد مسجد کے دالان کے شمالی کمرہ (سابقہ درسگاہ صدر صاحب مرحوم) میں کھانا تناول فرمایا والدہ ماجدہ کیلئے دعائے صحت کرنے کا عرض کیا تو فرمایا ''یا اللہ یا سلام یا قوی'' کا ورد بعدد واہل بدر کی تعداد ۳۱۳ مرتبہ کیا کرو اُسے میری طرف سے سلام کہہ دو ان شاء اللہ صحت وقوت وسلامتی ہوگی۔ نماز عصر دارالعلوم کے دارالحدیث میں پڑھائی بندہ کو بھی اقتداء کی سعادت نصیب ہوئی نماز کے بعد اپنے خاص خادم مولانا ابوالخیر کو رائے بک میں رائے کیلئے الفاظ لکھوا دیئے کہ اس طرح لکھ دو پھر دارالعلوم کے نئی عمارت کے مغربی سمت ملک شریف خان کے دیئے ہوئے اراضی میں اپنے دست اقدس سے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور اس کے لئے کدال ماری پھر اپنی جیب خاص سے مسجد کیلئے دس روپے کی مبارک رقم عنایت فرمائی اور حاضرین سے بھی ہزاروں روپے چندہ کرایا شام کے قریب مردان روانہ ہوئے بندہ بھی دوسری کار میں ساتھ روانہ ہوا۔ شام کے بعد مردان گنڈیری حکیم صاحب کے مکان پر پہنچے بندہ کو پاؤں دبانے کی سعادت حاصل ہوئی کھانے میں بھی ساتھ بیٹھا اور ایک ہی پلیٹ میں خود شریک کرتے رہے اور بار بار کھاؤ کھاؤ کے مبارک توجہات سے بہرہ یاب' فرماتے رہے' عشاء کی نماز اس مکان میں انکے پیچھے پڑھی اور رات کو بھی یہیں قیام ہوا' صبح کی نماز مسجد میں ان کی اقتداء میں پڑھی تقریر اور عام بیعت کثیر الناس کے بعد چائے پی' بندہ کو اپنے ساتھ خاص چائے میں شریک کیا اور بار بار کھلاتے رہے اور پوچھتے تھے کہ ''ھہ خونہ ئی'' دارالعلوم کے متعلق حاضرین کو کہتے تھے کہ بڑی خوشی ہوئی مولانا عبدالحق مخلص ہیں وہاں ان کے لئے دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ ۲ بجے کے قریب ان سے دل مغموم کے ساتھ اجازت لی فرمایا' ہاں مولانا پریشان ہوں گے' آج تم جاؤ پھر معانقہ کا شرف حاصل ہوا اور فرمایا تم لوگ میرے ساتھ وابستہ ہوئے ہو۔ فرمایا کہ وظیفہ وذکر پر مداومت کرو اور مولانا کو میرا بہت بہت سلام عرض کردو۔ پھر مصافحہ کرتے ہوئے رخصت کیا اور زیادت علم کی دعا دہرائی۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب

اخلاص کی اہمیت اور برکتیں

نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم۔بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج۔۳۷)

''اللہ کے پاس نہ تو ان قربانیوں کا گوشت پہونچتا ہے اور نہ ہی ان کا خون بلکہ ان کے پاس تو تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے یعنی (اللہ کے ہاں) تمہارے دلی جذبات پہونچتے ہیں۔''

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم واعمالکم (مسلم)

''حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:''بیشک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو نہیں دیکھے گا بلکہ تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتے ہیں۔''

یعنی تمہارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہے کہ آپ لوگوں نے جو عمل کیا اس میں اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور خوشنودی کس حد تک ملحوظ خاطر ہے۔

اخلاص عمل کی ضرورت: محترم حاضرین! اللہ کی رضا کے لئے آج اگر ہم اپنی عبادات وافعال کا محاسبہ کریں تو یہ نوے فیصد مخلوق کی رضا اور خوشنودی سے خالی نہیں ہوتے' غرض ہی دکھلاوا اور ریا ہوتا ہے۔ہم نے اپنے اسلاف کی میراث میں ملے ہوئے لوٹے اور مصلی وغیرہ کو دیکھ کر صرف اپنے آپ کو مسلمان کہنا شروع کردیا جبکہ ''اسلام صرف ایک نام ہی نہیں بلکہ ایسے اعتقادات پر مشتمل ہے جس کے اجزائے ترکیبی اخلاق واعمال اور عبادات ہیں اور ان میں صحت کا مقام تب حاصل ہوگا جب اس میں اخلاص نیت جو تمام احکامات کی روح ہے موجود ہو' جس جسد میں روح نہ ہو وہ ایسا لاشہ ہے جس کی دنیا میں کوئی قیمت نہیں تو آخرت میں کیا ہوگی۔

قربانی کی حقیقت: آیت کریمہ ذی الحجہ میں جو قربانی کی جاتی ہے بظاہر اسی کے بارے میں ہے لیکن یادرکھیں کہ کلام مجید اُس عظیم بادشاہ اور مالک الملک کا کلام ہے جس میں ہزاروں مسائل اور احکامات کا حلال وحرام ہونا

معلوم ہوتا ہے۔ یہاں تو قربانی کی روح اور حقیقت بیان کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر صرف جانور کو ذبح کر کے محض خود کھانے اور کھلانے' نہ جانور کا خون بہانا اللہ کی رضا و خوشنودی کا باعث بن سکتا ہے اور نہ (ہمارے) جانور کے خون اور گوشت کی رب العالمین کو ضرورت ہے اور نہ خدمت جلیلہ جل جلالہ میں ہمارا یہ خون اور گوشت پہونچ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو جو چیز اس قربانی سے مطلوب ہے اور قربانی کرنے والوں کے لئے باعث اجر و سنت ابراہیمؑ کی پیروی ہے وہ صرف دلوں کا اخلاص اور نیت ہے جو اللہ کے ہاں پہونچتا ہے کہ فلاں شخص نے کسی رضامندی اور میرے محبت میں اپنی محبوب ترین چیز اس کے نام پر قربان کی۔

قربانی کی شرط: عید قربان کے موقع پر قربانی کی شرائط میں آپ کو عرض کرتا رہتا ہوں کہ کئی ناسمجھ یا نام و نمود کے دلدادہ لوگ عید کی قربانی بھی صرف اس غرض سے کرتے ہیں کہ لوگوں میں میری مالداری کا چرچا ہو کہ فلاں صاحب نے اتنا قیمتی یا اتنے زیادہ جانور ذبح کئے۔ ''میں قصداً اسے ذبح کہتا ہوں کیونکہ اس پر قربانی کا اطلاق ہوتا ہی نہیں'' اور بعض نادان اصحاب ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن پر قربانی لازم نہیں ہوتی۔ مقروض اور نہ مقررہ نصاب کے مالک ہوتے ہیں قرض لے کر صرف اس لئے ذبح کرتے ہیں کہ نہ کرنے کی صورت میں لوگ ہنسیں گے کہ یہ شخص قربانی کرنے کا بھی نہ رہا۔ ایسے لوگوں نے دکھلاوے کیلئے پکنک تو کرلی مگر اجر و ثواب کا ملنا ان کی لوگوں کی خام خیالی ہے۔

عمل صالح کی مقبولیت: محترم دوستو! جیسے قربانی کرنا اللہ کا حکم ہے ویسے اس کے صحت و عدم صحت کا دارومدار نیت و اخلاص پر ہے' اسی طرح تمام اعمال کا دارومدار اسی پر ہے۔ طلباء کرام موجود ہیں' بخاری شریف کا ابتدائی اور اہم مشعل راہ نبوی ﷺ فرمان ہے جو مسلمان اپنے عمل کو' **الیه یصعد الکلم الطیب والعمل الصالح یرفعه**

ترجمہ: ''اور اس کی طرف چڑھتا ہے کلام ستھرا اور کام نیک اس کو اٹھا لیتا ہے'' (سورۃ فاطر۔۱۰)

یعنی ستھرے کلام سے مراد اللہ کا ذکر' تلاوت قرآن' علم و نصیحت کی باتیں' یہ تمام اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں اور قبولیت و عظمت کا درجہ حاصل کرلیتے ہیں' کا مصداق بنانا چاہے تو اسی فریم ورک کے حدود میں رہ کر ادا کرنا ہوگا ان قیود کی پامالی کرنے والا اپنے عمل کو بھی غارت سمجھے

اخلاص نیت: عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت رسول الله ﷺ " یقول انما الاعمال بالنیات وانما لأمری مانوی فمن کانت هجرته الی الله ورسوله فهجرته الی الله ورسوله ومن کان هجرته الی دنیا یصیبها او امرأة یتزوجها فهجرته الی ماهاجر الیه (رواه البخاری)

ترجمہ: حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے سنا۔ سارے اعمال کا دارومدار نیت پر ہی

ہے اور آدمی کو وہ کچھ ملے گا‘ جس کی اس نے نیت کی ہو پس جس شخص نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ کیلئے ہجرت کی غرض اس کا اللہ و رسول کی رضا اور خوشنودی کے علاوہ اور کوئی دنیاوی مقصد نہ تھا تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کیلئے ہوگی اس کا مطلب یہ کہ اسے اس عمل کا ثواب ملے گا اور جس شخص نے کسی دنیاوی‘ مادی غرض یا کسی عورت کے حصول نکاح کیلئے ہجرت کی تو اس کی ہجرت اسی غرض کے لئے سمجھی جائے گی اسی وجہ سے ایک اور مقام پر حضرت ابو ہریرہؓ نے حضورؐ کا ارشاد ذکر فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نیت کے مطابق اٹھایا جائے گا‘ یعنی اللہ کے دربار میں جب پیشی وحساب ومعاملہ ہوگا۔عمل صالحہ نام کے اعمال تو ایک شخص نے ڈھیروں کئے ہوں گے مگر نیت اللہ تعالیٰ کیلئے نہ تھی تو بدکاروں کے کیمپ میں داخل ہوگا اور اگر اعمال صرف خلوص نیت سے فرائض تک محصور ہوں‘ حرام سے محفوظ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے کیمپ میں داخل کرنے کا پروانہ عطا فرمادے گا۔

<u>رضائے ربانی کی برکات:</u> معزز سامعین! والدی وشیخی ومرشدی حضرت مولانا عبدالحق برداللہ مضجعہ فرمایا کرتے تھے کہ علم جو کہ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت وصفت ہے اسکے حاصل کرنے کے لئے اولین چیز اخلاص ہے یعنی خالصۃً لوجہ اللہ علم کا حصول پھر دین پر عمل اور پھر حکمت ودانائی کے ساتھ اشاعت دین وتبلیغ ہو۔اگر اس میں نمائش اور نام نمود ہو تو ہرگز کامیابی نہیں‘ اگر ہزاروں لوگ واہ واہ کریں مگر عنداللہ اس کی قبولیت نہیں۔اور جن علماء نے اخلاص وصحیح نیت کے ساتھ علم حاصل کرلیا ان کا نام قیامت تک زندہ رہتا ہے۔علمائے حق جو علم کا اخلاص کے ساتھ علوم نبوت کے نور سے منور ہوئے۔ایسے علماء اور ائمہ ہدیٰ پر جتنی مدت گزرے اتنا ہی ان کا فیض اور مقبولیت نکھر کر پھیلتی اور بڑھتی جاتی ہے اور بڑھتا جاتا ہے۔گندم کا دانہ جب روئے زمین پر موجود ہے تو کچھ بھی نہیں مگر جب مٹی میں دب جائے‘ نمائش باقی نہیں رہتی‘ تو دس دن بعد اسپر برگ وبار آنا شروع ہوجاتا ہے‘ یہی حال اس شخص کا ہے جس نے اپنے آپ کو مٹایا‘ تکبر‘ خودپسندی‘ شہرت کو ترک کرکے اخلاص نیت پیدا کیا خدا نے اس کو بغیر اس کی خواہش کے شہرت سے نمایاں فرمایا۔ اگرچہ اس کی خواہش نہ ہو نہ اس کا ارادہ ہو مگر خلوص نیت سے جو اعمال کئے جائیں ان اعمال کا طبعی نتیجہ یہی ہے۔کاش اگر آج پوری امت جو فتنوں کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں گھری ہوئی ہے۔دشمنوں کی یلغار ہے‘ یک زبان ہوکر اخلاص نیت سے اللہ کے حضور سربسجود تائب ہوکر یہ عزم کریں کہ یا اللہ ہم اپنی یہ مستعار اور چند روزہ زندگی تیری رضا اور تیرے دین کی سربلندی میں گزاریں گے تو امت کی یہ ہزیمت اور شکست وریخت عظمت اور اعلائے کلمۃ اللہ میں تبدیل ہوسکتی ہے مگر شرط یہ کہ اخلاص نیت ہو۔

<u>دیندار لوگوں کا ہدیہ:</u> حضرت زید بن میسرہؓ سے نقل کیا جارہا ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میں ہر دانا کا کلام قبول نہیں کرتا۔اسکی اغراض وافکار کو دیکھتا ہوں۔اگر اسے میری رضا مقصود ہو تو اسکی

خاموشی کو فکر اور اسکے کلام کو بھی ذکر بنادیتا ہوں اگر چہ وہ کلام نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی کو دیکھئے کہ اگر عمل اللہ کے لئے ہو تو پھر اس عمل کرنے والے کی خاموشی کو بھی عبادت میں محسوب فرما دیتے ہیں۔ حضرت عون بن عبداللہؒ فرماتے ہیں دیندار حضرات ایک دوسرے کی طرف تین کلمات بطور تحفہ و ہدیہ لکھ کر بھیج دیا کرتے تھے۔

نمبر۱۔　جو آخرت کیلئے عمل کرتا ہے (یعنی اس کا عمل صرف اللہ کی رضا کیلئے ہو) اللہ تعالیٰ اسکے ظاہر کو درست فرما دیتے ہیں۔

نمبر۲۔　جو اپنے باطن کی اصلاح کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکے ظاہر کو درست فرما دیتے ہیں (معلوم ہوا ظاہری احوال کے درست ہونے کا دارومدار باطن پر موقوف ہے۔ اگر کسی نے اپنا ظاہر اور چال ڈھال بزرگوں جیسا بنایا ہے مگر باطن کفری عقائد، فسق و فجور کے تصورات سے بھرا پڑا ہے۔ تو اسکی ظاہری حالت اسکے دجل وفریب کی غمازی کر رہی ہے۔

نمبر۳۔　جو اپنا معاملہ اللہ تعالیٰ سے درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ اسکا معاملہ درست فرما دیتے ہیں سامعین محترم یہ تینوں باتیں اگر ان پر کماحقہ عمل کیا جائے تو انسان کے اخروی و دنیوی کامیابی کے لئے کیمیا اور آب زر سے بڑھ کر ہے تینوں میں اگر غور کیا جائے تو اصل معاملہ وہی اخلاص نیت کا ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ ہر نیک عمل کا تعلق اللہ سے جوڑا جائے۔ حسن بصریؒ قرآنی آیت "قل کل یعمل علی شاکلتہ" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "شاکلتہ" سے مراد نیت ہے یعنی جیسی نیت ہوگی ویسا عمل ہوگا۔

ہر عمل میں نیت کی ضرورت:　انسان کا ہر عمل نیک نیت سے عبادت بن سکتا ہے ارحم الراحمین تو مغفرت کیلئے بہانہ تلاش کرتے ہیں اللہ جل جلالہ ایسے مشفق و مہربان ہیں کہ مثلاً خوراک کھانا، مشروب پینا تو ہر حیوان بلکہ انسانوں میں فطری جذبہ، بطریقہ اتم موجود ہے اگر ایک بھوکا انسان طعام اس نیت سے کھائے کہ بھوک ختم ہو جائے تو کھانے سے یہ خواہش تو اسکی پوری ہو جاتی ہے مگر اسکا یہ کھانا اسکے لئے عبادت نہ ہوگا اور نہ اس پر اجر ملے گا اگر اسکے بجائے بھوک کے وقت یہ کھانا اس نیت سے کھائے کہ بدن میں کھانے سے طاقت پیدا ہو' تا کہ اطمینان سے عبادت کر سکوں گا۔ تو یہی فطری عادت بھوک مٹانے کا ذریعہ بننے کے ساتھ عبادت میں بھی شمار ہوگا یہی کیفیت تقضائے حاجت کی بھی ہے جو ہر انسان کا پیدائشی تقاضا ہے اگر اس حاجت کے ادائیگی کے وقت یہ نیت بھی ہو کہ فراغت حاجت کے بعد عبادت دلجمعی اور چین و سکون سے ادا کر سکوں گا تو یہ عمل بھی کار ثواب ہوا۔ آج کل ہر انسان جب تعمیر کرتا ہے، اسکے لوازمات میں کھڑکی اور روشندانوں کا خصوصی خیال رکھتا ہے تاکہ تازہ ہوا، آکسیجن کا دخول اور بدبودار ہوا کا اخراج ہو' تاکہ صحت کے اصول کے تمام تقاضے پورے کرے اگر اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ خاطر رکھ کر نیت کر لے کہ اسکے ذریعہ مسجد سے نماز کے اوقات میں اذانوں کے سننے کا بھی اہتمام ہوگا تو یہی تعمیر دنیوی مقاصد کے حصول کے ساتھ ساتھ عبادت و اجر و ثواب کا ذریعہ بن سکتی ہے آج اطباء حضرات اکثر مریضوں کو واک یعنی ورزش کی تاکید کا مشورہ دیتے ہیں تاکہ بدن صحیح،

چاک وچوبند اور امراض میں کمی آئے ممکن ہے یہ فوائد حاصل ہوں مگر یقینی نہیں اگر اس چہل قدمی اور ورزش میں یہ نیت بھی شامل کرلی جائے۔ کہ بدن کو سمارٹ مستعد اور صحت مند اسلئے رکھنا ہے کہ امراض ونقاہت سے بچ کر اس بدن کو اللہ کی رضا' خوشنودی اور عبادت میں زیادہ سے زیادہ مصروف رکھنا ہے' نیت یہ کرلی جائے تو یقیناً یہ واک بھی اجر من اللہ کا ذریعہ بن کر دارین کی کامیابی کا وسیلہ بن جائیگا یہ چند مثالیں میں نے آپ کو سمجھانے کیلئے دیں ورنہ ہر جائز عمل کا یہی انجام ہے کہ نیت عبادت سے یہ عمل بھی عابد وزاہد بننے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔

نیت عمل سے بہتر: ایک جگہ رحمۃ دو عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔ مومن کی نیت عمل سے بہتر ہے علماء اسکی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ خیر کی نیت پر تو ہر صورت میں اجر ملتا ہے اگر چہ عمل نہ بھی کیا ہو' پر بلا نیت ثواب نہیں کیونکہ اکثر و بیشتر نیت میں طول ہوتا ہے جو عمل میں نہیں۔ جیسے کوئی نیت کرتا ہے۔ کہ میں اپنے عمر میں فلاں نیکی کرونگا۔ مگر وہ اس ارادہ کی تکمیل عمر بھر نہ کر سکا۔ بعض علماء کے بقول چونکہ نیت دل کا عمل ہے اور قلب اللہ کی معرفت کا مرکز ہے اور جو چیز مرکز سے صادر ہو کر وہ بہتر ہوتی ہے اسکی مزید تشریح یہ کہ ایک حدیث میں سرکار دو عالم کا ارشاد گرامی ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ آئے گا جو اپنے ساتھ ڈھیروں اور پہاڑوں جیسے نیکیوں کے انبار لائے گا' ایک آواز دینے والا پکارے گا کہ فلاں فرد کے ذمہ کسی کا کوئی حق ہو تو آ کر لے جائے۔ لوگ آ کر اسکے نیکیوں سے اپنا اپنا حق وصول کریں گے آخر میں اسکے پاس کوئی نیکی باقی نہ رہے گی اور وہ شخص حیرانی کی حالت میں پریشانی کا شکار ہوگا۔ اس دوران مالک کون ومکان جل جلالہ فرمائیں گے میرے پاس تیرا ایک خزانہ موجود ہے جسے میں نے نہ فرشتوں کے سامنے ظاہر کیا ہے اور نہ مخلوق میں کسی کو معلوم ہے۔ عرض کرے گا یا اللہ وہ کیا ہے؟'' ارشاد فرمائے گا تیری وہ نیت جو بھلائی کیلئے رکھتا تھا۔ میں نے اسے ستر گنا کر کے لکھا ہوا ہے۔ یہی نیت اس شخص کے جنت میں داخلہ کا سبب بن گیا۔

وفات اولاد پر اجر وثواب: آپ حضرات کو اندازہ ہوگا کہ بالغ اولاد کے فوتگی کے غم سے نابالغ اولاد کی مرنے پر والدین زیادہ غمزدہ رہتے ہیں علماء نے اسکے کئی وجوہات بیان کیے مگر میرے نزدیک اہم وجہ یہ ہے کہ نابالغ اولاد کے ساتھ محبت فطری، طبعی بلا لالچ اور بے غرض ہوتی ہے۔ والدین ان کے سکون وآرام کیلئے دن رات جاگ کر خدمت پر مامور رہتے ہیں یہ اسوجہ سے نہیں کہ یہ بچے والدین کے رزق کا بندوبست کرتے ہیں۔ یہ بات والدین کے تصور میں قطعاً نہیں ہوتی کہ مستقبل میں یہ ہماری خدمت کریں گے کیا معلوم بچہ جوانی کے مرحلہ تک پہنچے گا یا نہیں۔ اسوقت والدین کی خدمت خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے۔ یہ شفقت وخدمت بے غرض ہے تو اس کا اجر بھی ہے یہ بچہ والدین کیلئے قیامت کا ذخیرہ بن کر خداوند تعالیٰ سے اصرار کرے گا کہ جب تک والدین کو جنت میں اپنے ساتھ نہ لے جائیں گے تو خود بھی نہیں جائیں گے مگر اس شرط پر کہ والدین ایمان کی دولت سے مالا مال ہوں الغرض اخلاص نیت سے دنیا بھی اور دین بھی ہے۔ اقوال پیغمبر علیہ السلام میں شرک اور ریا کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔

غیر اللہ کیلئے عمل پر وعید: عن ابی سعید بن ابی فضالۃ عن رسول اللہ ﷺ قال اذا جمع الله الناس یوم القیامة لاریب فیه نادیٰ مناد من کان اشرك فی عمل عمله لله احداً فلیطلب ثوابه من عند غیر الله فان الله اغنی الشرکاء عن الشرك (رواہ احمد)

"حضرت ابوسعید ابن ابی فضالہؓ رسول کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شک نہیں لوگوں کو محاسبہ اعمال کے لئے جمع فرمائے گا تو ایک اعلان کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرے گا کہ جس شخص نے اپنے اس عمل کو جو اس نے خدا کیلئے نہیں کیا تھا خدا کے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تھا۔"

(یعنی دنیا میں یہ عمل اللہ کی نیت کے بجائے لوگوں کے دکھلانے کیلئے کیا تھا) کہ اسکو چاہئے وہ اپنے اس عمل کا اجر اسی غیر اللہ سے طلب کرے جسکو اس نے شریک کیا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کے سلسلہ میں تمام شریکوں سے بے نیاز ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ہر ایک کو اس نیت کے مطابق سزا و جزاء دے گا جس کو اس نے دنیوی زندگی میں اختیار کیا تھا۔ نیت کی اصلاح کے بارہ محسن انسانیت کا ایک اور ارشاد گوش گزار کریں۔

ارادہ پر نیکی: عن ابن عباسؓ عن النبی ﷺ فیما یروی عن ربه عزوجل قال قال ان الله عزوجل کتب الحسنات والسیئات ثم بیّن ذالك فمن هم بحسنة فلم یعملها کتب الله عنده حسنة کاملة فان هم وعملها کتبها الله عنده عشر حسنات الی سبع مائة ومن هم سیئة فلم یعملها کتبها الله له عنده حسنه کامله فان هوهم بها فعملها کتب الله له سیئة واحدة (رواہ بخاری)

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے نیکیوں اور برائیوں کے بارے میں ایک فیصلہ فرشتوں کو لکھوا دیا ہے پھر اس کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرے اور پھر کسی وجہ سے اس پر عمل نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس اسکے لئے ایک نیکی پوری لکھ دیتے ہیں اور اگر ارادہ کرنے کے بعد اس نیکی پر عمل کرے تو اس کے نیکی کے بدلے اپنی طرف سے دس نیکیوں سے سات سو تک بلکہ اس سے بھی کئی گنا زیادہ اجر لکھ دیتے ہیں اور جو شخص کسی برائی کا ارادہ کرے اور اسکے کرنے سے منع ہو جائے تو اللہ اپنے پاس سے اسکے لئے ایک مکمل نیکی لکھ دیتے ہیں۔"

کیونکہ اسکا برائی سے رکنا اللہ کے خوف کیوجہ سے ہے اور اگر ارادہ کرنے کے بعد وہ گناہ کر لیا تو اللہ اس کے لئے ایک ہی گناہ لکھ دیتے ہیں۔ چونکہ ارادہ کا تعلق انسان کے دل سے ہے اور جیسے پہلے عرض کیا تھا دل تجلیات

خداوندی کا مرکز ہے اس کی خبر صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے' اس لئے اس کے دل کے ارادہ میں ابھی تک ریا ونمود کا اثر نہیں۔ صحابہ کرامؓ کے ظاہر و باطن ایک جیسے ہوتے تھے وہ جو بھی عمل کرتے اس میں اللہ کی خوشنودی اور رضا مطمع نظر ہوتی۔ ان کے قول وفعل میں غیر اللہ اور نام ونمود کی گنجائش نہ تھی۔ اسکا قطعاً یہ ارادہ نہ تھا کہ لوگ کیا کہیں گے۔ برادری میں ناک کٹ جائے گی۔ یہ حضرات تمام اعمال اللہ کی خاطر کرتے۔

عدم اخلاص کے متعلق واقعہ: اخلاص نہ ہونے اور ریا اور شہرت کی خاطر عبادت کے انجام کا واقعہ اس خطبہ کے آخر میں عبرت کیلئے سن لیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا! قیامت کے دن سب سے پہلے جن کے خلاف فیصلہ کیا جائے گا ان میں ایک وہ شخص بھی ہوگا جو شہید کیا گیا ہوگا۔ یہ شخص اللہ کے سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے اس نعمت کا اظہار فرمائیں گے جو اس شخص پر کی گئی تھی۔ وہ اس کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے اس نعمت سے کیا کام لیا۔ وہ کہے گا میں نے آپ کی رضا کیلئے قتال کیا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جھوٹ بولتا ہے تو نے جہاد اس لئے کیا کہ لوگ بہادر کہیں۔ چنانچہ کہا جا چکا پھر اس کو حکم سنا دیا جائے گا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ دوسرا وہ شخص ہوگا جس نے علم دین سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن مجید پڑھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس پر اپنی کی ہوئی نعمتوں کا اظہار فرمائیں گے اور وہ ان کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا وہ عرض کرے گا میں نے تیری رضا کیلئے علم سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور تیری ہی رضا کیلئے قرآن مجید پڑھا اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

> جھوٹ بولتا ہے تو نے علم دین اس لئے سیکھا تھا کہ لوگ عالم کہیں اور قرآن مجید اس لئے پڑھا تھا کہ لوگ قاری کہیں"

چنانچہ لوگوں نے تمہارے بارے میں یہی کہا پھر اس کو حکم سنا دیا جائے گا اور وہ منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ تیسرا شخص وہ مالدار ہوگا جس کو اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بھرپور دولت دی ہوگی اور ہر قسم کا مال عطا کیا ہو گا۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے لایا جائے گا اللہ تعالیٰ ان کو اپنی نعمتیں بتلائیں گے اور وہ ان کا اقرار کرے گا پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تو نے ان نعمتوں سے کیا کام لیا؟ وہ عرض کرے گا جن راستوں میں خرچ کرنا تجھے پسند تھا میں نے تیرا دیا ہوا مال ان سب ہی راستوں میں تیری رضا کیلئے خرچ کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ جھوٹ بولتا ہے تو نے مال اس لئے خرچ کیا کہ لوگ سخی کہیں چنانچہ لوگوں نے تمہیں سخی کے نام سے مشہور کیا پھر اسکو حکم سنا دیا جائے گا اور وہ بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ رب العزت ہم سب کو اعمال کی ادائیگی میں اخلاص نیت کی توفیق سے نوازیں۔

مرتب: حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب بنیری*

اسلام کا عائلی نظام اور مغرب زدہ طبقوں کی ریشہ دوانیاں

دار العلوم حقانیہ کے بورڈ کی طرف سے شادی کمیشن کی سفارشات پر تنقید و تبصرہ

تقریباً نصف صدی قبل 1956ء میں مغربی اور سیکولرلابیوں سے مرعوب روشن خیالوں نے اسلام کے عائلی نظام نکاح' طلاق' تعدد ازدواج میں اصلاح کے نام پر ایک شادی کمیشن قائم کیا جو اس سارے نظام کے بارہ میں سفارشات پیش کریں' ان سفارشات پر ملک بھر میں تنقید کا ایک طوفان اٹھا کمیشن کے ایک غیرت مند رکن جید عالم دین مولانا احتشام الحق تھانوی مرحوم نے اختلافی نوٹ میں سفارشات کا مدلل توڑ کیا' انہی سفارشات کے نتیجہ میں اس وقت کے ڈکٹیٹر فوجی سربراہ صدر ایوب نے موجودہ عائلی قوانین نافذ کیے جو اب تک رائج ہیں' کمیشن نے ان سفارشات کے بارہ میں دار العلوم حقانیہ سے بھی رائے مانگی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق قدس سرہ نے اس وقت کے مفتی اور جید استاد مولانا مفتی محمد یوسف بنیری قدس سرہ کی نگرانی میں اساتذہ کا ایک بورڈ قائم کیا' جو ان سفارشات پر اپنی رائے اور تنقید و تبصرہ کرے' مولانا مفتی محمد یوسف مرحوم نے حضرت شیخ الحدیث اور دیگر اساتذہ کے مشاورت سے مفصل تنقیدی جواب لکھا' جس پر اس وقت کے صدر المدرسین استاذی مولانا عبدالغفور سواتیؒ نے بھی دستخط ثبت کیے۔ ۵۰ سال قبل کی یہ عالمانہ اور وقیع تحریر میرے مسودات میں محفوظ تھی روشن خیالوں کے ہاں آج بھی انہی مسائل کو مشق تنقید بنانے کا سلسلہ جاری ہے' اس لحاظ سے یہ تحریر فتنہ پردازوں کیلئے آج بھی تازہ ہے (سمیع الحق)

دفعہ نمبر ۳۔ بیک وقت تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائیگا۔

تنقید و تبصرہ: ایک ہی مجلس میں تین طلاقوں کے بارے اسلام کے احکام نہایت واضح ہیں۔ اسلام نے کبھی اس مذموم اور قبیح فعل کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا ہے۔ علماء اسلام نے ہر دور میں اسکو روکنے کی کوشش کی ہے غالباً امت مسلمہ میں سے کوئی بھی عالم ایسا نہ گزرا ہوگا۔ جس نے اس قبیح رسم کو اچھا سمجھ کر اسکی ہمت افزائی کی ہو۔ تمام علماء امت کا متفقہ فیصلہ ہے۔ کہ یہ بدعی طلاق ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس قبیح رسم کو بند کرلیا جائے۔ کیونکہ نصوص صریحہ کی بناء پر یہ فعل معصیت اور

* سابق مدرس و مفتی دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

بدعت ہے۔تمام علماء امت یہ تسلیم کرتے ہیں۔کہ یہ فعل اس طریقہ کے خلاف ہے۔جو اللہ اور اسکے رسول ﷺ نے طلاق کے لئے مقرر فرمایا ہے اور اس سے اہم مصلحتیں فوت ہو جاتی ہیں۔حدیث میں آیا ہے۔کہ ایک شخص نے بیک وقت اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔تو حضور ﷺ غصہ میں آکر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: کیا اللہ عزوجل کی کتاب سے کھیل کیا جاتا ہے۔حالانکہ میں ابھی تمہارے اندر موجود ہوں'' بعض دوسرے احادیث میں یہ تصریح ہے۔کہ حضور نے اسکو معصیت فرمایا ہے۔اور حضرت عمرؓ کے متعلق تو یہاں تک روایات میں آیا ہے۔کہ ان کے پاس جو شخص مجلس واحد میں تین طلاق دینے والا آتا تو وہ اسکو درے لگاتے تھے'ہم مانتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں یہ طریقہ عام ہو گیا ہے۔لوگ کسی فوری جذبہ کے تحت اپنی بیویوں کو تین طلاقیں دے دیتے ہیں۔پھر نادم ہو کر شرعی مسئلے تلاش کرتے پھرتے ہیں۔کوئی جھوٹی قسمیں کھا کر طلاق سے انکار کرتا ہے۔کوئی حلالہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اور کوئی طلاق کو مخفی رکھ کر اپنی بیوی کے ساتھ بدستور سابق تعلقات باقی رکھتا ہے۔اسی طرح ایک گناہ کے خمیازے سے بچنے کیلئے متعدد دوسرے گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ان خرابیوں کا سدباب کرنا ہمارے نزدیک ازحد ضروری ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان خرابیوں کے سدباب کیلئے کیا یہی ایک صورت متعین ہے کہ تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کیا جائے ؟ اور وہ بھی ایسی ہو جس سے اگر جمہور امت کے متفقہ فیصلہ کو ٹھکرایا جائے۔تو کوئی پرواہ نہیں۔مگر اور وزراء حکام کی بیگمات ناراض نہ ہوں۔حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ جیسے اکابرین امت اور سابقین دین اور جلیل القدر مذہبی پیشواؤں کے متفقہ فیصلہ کو یکدم منسوخ کر کے کہیں دوسری جگہ سے رہنمائی حاصل کرنا امت کیلئے موجب خیر و برکت نہیں بلکہ تباہی اور ہلاکت کا پیش خیمہ ہو سکتا ہے ذیل کے سطور میں ہم ان کا متفقہ فیصلہ اس بارے میں پیش کرتے ہیں تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ تین طلاقوں کو روکنے کیلئے مجوزہ دینی حیثیت سے کسی طرح بھی مفید نہیں ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی اور بھی صورتیں ممکن ہیں۔حکومت کو چاہیے کہ ان ہی کے ذریعہ سے اس رسم کا انسداد کرے''امام نوویؒ نے لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیدے تو اسمیں علماء کا اگرچہ اختلاف ہے۔مگر جمہور اصحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مذاہب اربعہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبل اس بات کے قائل ہیں۔کہ یہ تین طلاقیں ہی شمار کئے جائیں گے۔اور عورت مغلظہ ہو جائیگی'' (نووی شرح مسلم ج ا ش ۴۸) حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس پر ایک قسم کا احتجاج ہو چکا ہے۔کیونکہ صحابہؓ کے حضور میں حضرت عمرؓ کا تین طلاقوں کا نافذ اور مغلظہ قرار دینا اور صحابہؓ کا اس پر سکوت کرنا اجماع کے حکم میں شمار کر لیا جا سکتا ہے۔

اسلامی فقہ کے بعض ماہرین نے یہاں تک تصریح کر دی ہے کہ اگر حکومت اس کے خلاف تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق شمار کر کے فیصلہ کر بھی دے۔مگر وہ نافذ نہیں اسے فتح القدیر سے نقل کر کے لکھتے ہیں۔ولو حکم حاکم بانها واحدة لم ینفذ حکمه '' اگر کوئی حاکم تین طلاقوں کے بارے میں ایک ہی طلاق کا فیصلہ کر دے۔تو یہ نافذ ہی نہیں ہے'' روایات

میں یہ بھی تصریح آتی ہے کہ ابن عمرؓ نے جب اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دیدی تو حضورﷺ نے اس تنبیہ دیکر فرمایا "ابن عمر تم نے غلط طریقہ اختیار کردیا۔صحیح طریقہ یہ ہے کہ طہر کا انتظار کرو پھر ایک ایک طہر پر ایک ایک طلاق دو" پھر جب وہ تیسری مرتبہ طاہر (پاک) ہو تو اس وقت یا طلاق دیدو یا اس کو روک لو" اس پر ابن عمرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو بتایئے کہ اگر میں تین طلاق دیدیتا تو کیا مجھے رجوع کا حق باقی رہتا؟ حضورﷺ نے فرمایا "نہیں وہ جدا ہو جاتی اور یہ گناہ ہوتا"

اس روایت سے جہاں یہ معلوم ہوگیا کہ تین طلاقیں دینا گناہ ہے وہاں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بیک وقت تین طلاقیں دیدی جائیں تو تین ہی واقع ہوئینگی۔اور اس کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا ہے۔پھر آپ ہی بتائیں کہ تین طلاقوں کے بعد شرعاً جب عورت مغلظہ ہو جاتی ہے۔اور زوج کو حق رجوع باقی نہیں رہتا ہے یہاں تک کہ حکومت کا فیصلہ بھی اسکے خلاف نافذ نہیں۔تو عورت کو تین طلاق دیدینے کے بعد کسی قانون کی رو سے اپنے پاس رکھا جائیگا۔اس پر بھی جب وہ اسے پاس رکھکر اسکے ساتھ زن وشوہر کے سابق تعلقات بحال کرے تو کیا ان دونوں سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ جائز اولاد ہوگی یا حرامی؟اس لئے ہمارے نزدیک صحیح طریقہ یہ ہے۔کہ تین طلاق دیدینے کے بعد زوج کا حق کسی طرح بھی حاصل نہ ہو۔ البتہ اس قبیح رسم کی انسداد کسی دوسرے طریقہ سے ہم ضروری سمجھتے ہیں جس کے لئے حکومت علماء کے مشورے سے مناسب اقدام کرسکتی ہے۔ہمارے خیال میں اس کے لئے ایک صورت یہ ہوسکتی ہے۔کہ مطلقہ عورت کو جسے بیک وقت تین طلاقیں دی گئی ہوں۔زوج پر عدالت میں دعوے کرنے کا حق دیا جائے اور عدالت کی طرف سے زوج پر جرمانہ مقرر کردیا جائے۔اس کے لئے ہمارے پاس حضرت عمرؓ کے عمل کی نظیر موجود ہے۔ان کا فریضہ یہ تھا۔کہ جب ان کے پاس ایک ہی مجلس میں تین طلاق دے تو اس شخص کا مقدمہ آجاتا تھا۔تو وہ طلاق کو نافذ کر کے ایسے شخص کو سزا دیتے تھے تو زجراً اگر آج بھی ایسا کیا جائے۔تو چنداں مضائقہ نہ ہوگا۔

دفعہ نمبر ۴: عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ زوج کو طلاق دے سکے"

تمہید برائے تنقید:

نمبر ۱۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے۔کہ دنیا کے تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس نے عورتوں کو تمام حقوق دیئے ہیں۔جو فطرۃً عورتوں کے مبنی حقوق اور عورتیں اپنے منصب کے لحاظ سے آپکے جائز حقدار ہیں۔ انسانی معاشرہ اور اور تمدنی زندگی میں عورت کی جو قدر ومنزلت ہے۔وہ اسلام اور اسلام ہی کی خصوصیت ہے۔دنیا کے تمام مذاہب اسکی نظیر پیش کرنے سے عاجز ہیں۔دنیا جانتی ہے کہ اسلام قبل عورتوں کی حالت چارپایوں اور جانوروں سے کچھ بھی مختلف نہ تھی۔مال ومتاع کی طرح تقسیم کیجاتی تھیں۔مخلوق خدا میں بدترین مخلوق سمجھ کر بے انتہا مظالم ان پر

ڈھائے جاتے تھے۔ یہاں تک نوبت پہنچ چکی تھی کہ ان کی قدرتی پیدائش مہربان باپ کیلئے بھی وبال و جان بن جاتی۔ اور پیدائش کے بعد یا اسے زندہ در گور کر دیتا یا اسے ذلت کی زندگی بسر کرنا پڑتی۔ اسلام نے آ کر اس قبیح رسم کے حیا سوز نظام کا ہمیشہ کیلئے خاتمہ کر دیا اور عورت کو حیوانیت کے مقام سے اٹھا کر انسانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا۔ اور بجائے اسکے کہ وہ مال متاع کی طرح تقسیم ہو۔ خود مرد کے ساتھ انسانی حقوق کی تقسیم میں مساوی طریقہ سے شریک ٹھہری۔

نمبر۲۔ اسلامی قانون ازدواج میں زوجین کیلئے نہایت عدل وانصاف کیساتھ واضح حقوق اور اختیارات متعلقین کئے گئے۔ تعدی کی صورت میں خواہ مرد کی جانب سے ہو یا عورت کی جانب سے دادرسی کا مکمل انتظام کیا گیا ہے۔ لہذا مسلمانوں کیلئے کسی نئے قانون کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ جس چیز کی ہے۔ وہ یہ ہے کہ اسلام کا قانون ازدواج اپنی صحیح صورت میں پیش کی جائے۔ اور اس کو صحیح طریقہ سے نافذ کر دیا جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ازدواجی زندگی میں جو بے اعتدالیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ یہ سب اسلامی قانون ازدواج کے نفاذ سے دور ہو جائینگی۔

آج مسلمانوں کے گھروں میں جو ازدواجی زندگی میں تلخی اور تباہی رونما ہوئی ہے اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلامی قانون ازدواج میں حقوق کی تقسیم اور اختیارات کے استعمال کیلئے حدود مقرر نہیں کئے گئے ہیں۔ بلکہ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ ایک طرف مسلمانوں میں دینی تعلیم وتربیت کا فقدان ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمان اسلام کے قانون ازدواج سے اس قدر بیگانہ ہو چکے ہیں۔ کہ آج اچھے اچھے تعلیم یافتہ لوگ بھی اس قانون کے معمولی مسائل سے ناواقف ہیں۔ اور دوسری طرف غیر اسلامی تمدن کا اثر ہے جسکی بدولت مسلمانوں کے ذہنوں سے اسلامی زوجیت کا تصور ہی مٹ چکا ہے۔

نمبر۳۔ اسلامی قانون ازدواج میں جہاں اور بہت سی چیزیں اہمیت رکھتی ہیں وہاں یہ چیز بھی حد سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے کہ خانگی زندگی میں نظم ونسق ہو۔ اور یہ نظم برقرار رہے بھی جو زوجین میں سے کسی ایک کو قوام بنائیکے علاوہ کسی دوسرے طریقہ سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ مرد اور عورت اگر دونوں مساوی درجہ اور مساوی اختیارات رکھتے ہوں۔ تو خانگی زندگی میں بدنظمی کا پیدا ہونا یقینی امر ہے جس کے فی الواقع ان قوموں میں رونمائی ہو رہی ہے جنہوں نے مثلاً زوجین کے درمیان غیر فطری مساوات پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام چونکہ ایک فطری مذہب ہے۔ اس لئے اس میں فطرت انسانی کا لحاظ کر کے زوجین میں ایک کو قوام اور حساب امراء کو دوسرے کو مطیع اور ماتحت بنانا ضروری سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ قوامیت کیلئے اس نے اس فریق کا انتخاب کر دیا۔ جو فطرت یہی درجہ لیکر عالم وجود میں آ گیا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضھم علیٰ بعض . مرد عورتوں پر اس بنا پر قوام (حاکم) ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ یہی وہ درجہ ہے جو قانون ازدواج کی رو سے ازدواجی زندگی میں مرد کو عورت سے زائد دیا گیا ہے۔ وللرجال علیھن درجۃ " مردوں کو عورتوں پر ایک درجہ زیادہ دیا گیا ہے "

تنقید و تبصرہ: اس تمہید کے پیش نظر جب ہم دفعہ نمبر ۴ پر جسمیں عورت کو طلاق دینے کا مستقل حق مرد کی طرح دیا

گیا ہے۔غور کر کے کہیں۔تو ہم اس نتیجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔کہ کمیشن کے ارکان یا اسلامی قانون ازدواج کے علم سے بالکل بہرہ ہیں بالان کو یہ پتہ یہ نہیں کہ اسلام نے ازدواجی زندگی کیلئے کوئی قانون بھی بنایا ہے۔اگر علم ہو تو دیدہ دانستہ اس قانون کو مغرب زدہ طبقہ کی خاطرداری کیلئے پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔اور علماء نے اسلام کے مشوروں کو نظرانداز کردیا گیا ہے۔آج کی نسلیں جو فرنگی تہذیب سے متاثر ہوئی ہیں۔ان کا حل یہ ہے کہ وہ لھن مثل الذی علیھن بالمعروف . تو بہت زور سے پڑھتے ہیں مگر للرجال علیھن درجة پر پہنچ کر ان کی آواز دب جاتی ہے۔اور جب الرجال قوامون علی النسآء کا فقرہ سامنے آتا ہے۔تو ان کا بس نہیں چلتا ہے۔کہ کسطرح اس آیت کو قرآن کریم سے نکالدیں۔وہ اپنے دل میں اپنی بات پر شرمندہ ہیں۔کہ ان کے مذہب کی مقدس کتاب میں یہ آیت پائی جاتی ہے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ فرنگی تہذیب نے عورت اور مرد کی مساوات کو جو سور پھونکا ہے۔اس سے وہ دہشت زدہ ہو گئے ہیں اور ان کے دماغوں میں ان ٹھوس اور مستحکم عقلی اصولوں کو سمجھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہی ہے۔جن پر اسلام نے اپنا نظام معاشرت قائم کیا ہے۔

اسلامی قانون ازدواج سے معمولی واقفیت رکھنے والے ایک منٹ کیلئے بھی یہ تسلیم نہیں کر سکتے کہ مرد کی طرح عورت کو بھی طلاق دینے کا حق یا اختیار حاصل ہے۔یہ حق اسلام نے مرد اور صرف مرد ہی کو دیا ہے۔عورت کو اس حق سے ہمیشہ کیلئے محروم کر دیا گیا ہے۔اس سے بہت سے مصالح اور حکم ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے۔کہ اسلام کا قانون ازدواج اس امر پر چونکہ زیادہ زور دے رہا ہے۔کہ مرد وعورت کے درمیان ازدواجی تعلق جب ایک دفعہ قائم ہو جائے۔تو پھر امکانی حد تک اسے برقرار رکھا جائے اور جہاں تک ہو سکے اسے مستحکم بنایا جائے۔یہی وجہ ہے کہ اسلام نے طلاق کو بہت مبغوض قرار دیا ہے۔

ابغض المباحات الی اللہ الطلاق تمام مباح چیزوں میں طلاق اللہ کے نزدیک زیادہ ناپسندیدہ فعل ہے تزوجوا ولا تطلقوا فان اللہ لا یحب الذواقین والذواقات ”نکاح کرو اور طلاقیں زیادہ مت دو اللہ تعالیٰ مزہ چکھنے والوں اور مزہ چکھنے والیوں سے محبت نہیں رکھتا ہے“ اور استحکام اس وقت حاصل ہو سکتی ہے۔جبکہ طلاق دینے کا اختیار زوج کیلئے مخصوص کر دیا جائے۔چونکہ مرد اپنا مال خرچ کر کے حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے۔اسلئے ان حقوق زوجیت حاصل کرتا ہے۔اسلئے ان حقوق سے دست بردار ہونے کا اختیار بھی اسے مخصوص طور پر دینا چاہئے۔اگر عورت اسلام کے قانون ازدواج کے تحت طلاق کی مختار ہوتی۔تو مرد کا حق ضائع کرنے پر دیر ہو جاتی اکابر کے جو شخص مال صرف کر کے کوئی چیز حاصل کرگیا۔وہ اس کو آخری حد تک اپنے پاس رکھنے کی کوشش کریگا۔اور صرف اس وقت چھوڑ گیا۔جب اس کے لئے چھوڑنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوگا۔لیکن اگر مال صرف کرنے والا پاک ہو اور ضائع کرنے کا اختیار دوسرے کو دیا جائے تو یہ تم کو جا لگتی ہے۔کہ یہ شخص اپنے اختیار کے استعمال میں اس شخص کے مفاد کا لحاظ کریگا۔جس نے

مال صرف کیا ہے۔ نیز طلاق دینے کے بعد زوج کے ذمہ عورت کا نفقہ عدت۔ اولاد کی رضاعت سکونت وغیرہ کیلئے کچھ فرائض بھی عائد ہوتے ہیں۔ جن میں رشتہ ازدواج کے منقطع ہونے کے علاوہ مزید نقصانات پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے اسلئے زوج حتیٰ الامکان طلاق دیتے ہیں۔ بڑے احتیاط سے کام لیا۔ بخلاف عورت کے اس کو طلاق دینے کے بعد کچھ لینا پڑتا ہے اور دینا کچھ بھی نہیں ہوتا ہے اسلئے اگر یہ اختیار عورت کی طرف منتقل کردیا جائے۔ تو اس قدر طلاق کی کثرت ہوگی۔ کہ ازدواجی زندگی میں نظم ونسق درہم برہم ہوکر رہیگا۔ پس دو کو طلاق کا اختیار دینا نہ صرف مرد کے جائز حقوق کی حفاظت ہے۔ بلکہ اس میں ایک مصلحت یہ بھی مضمر ہے۔ کہ کثرت طلاق کی وبا نہ پھیلے۔

اس کے علاوہ اسلام کے قانون ازدواج کے کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی تصریحات کی روشنی میں طلاق دینے کا حق اور اختیار صرف مرد ہی کو دیا ہے۔ کیونکہ اسلام نے مرد کو قوام (حاکم) بنایا ہے اور قوام ہونیکی حیثیت سے طلاق دینے اور رشتہ ازدواج کو منقطع کرنے کا حق اسکی ملکی خاص قرار دی گئی ہے۔ اور یہی وہ درجہ ہے۔ جو مرد کو عورت سے زائد ملا ہے۔ اگر اس کو بھی عورت کے سپرد کردیا جائے۔ تو بتایئے کہ **وللرجال علیھن درجة** کا معنی اور مطلب کیا ہوگا؟

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر مسئلہ طلاق کا ذکر آیا ہے۔ مگر کہیں بھی عورت کو طلاق دینے والی اور مرد کو طلاق دیا گیا نہیں بتلایا گیا ہے۔ بلکہ بتایا یہ گیا ہے۔ کہ طلاق دینے والا مرد ہوگا اور طلاق دی گئی عورت ہوگی۔

حسب ذیل چند آیتیں بطور نمونہ پیش کیجاتی ہیں۔

نمبر ۱. **الطلاق مرتان فامساک بمعروف اوتسریح باحسان**

''اور رجعی طلاق دو ہیں اس کے بعد مرد پر لازم ہے کہ عورت کو بھلے طریقے سے اپنے پاس روک رکھے یا بھلے طریقے پر رخصت کردے''۔

نمبر ۲. **فان طلقھافلا تحل لہٗ من بعد حتیٰ تنکح زوجاً غیرہ**

''مرد اگر عورت کو تیسری طلاق دیدے تو پھر یہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کرکے پھر صحبت جماع کے بعد طلاق حاصل کرے (اور عدت بھی گزر جائے۔)

نمبر ۳. **لا جناح علیکم ان طلقتم النسآء**

''اگر تم عورتوں کو طلاق دے دو تو اس میں تمہارے اوپر کوئی گناہ عائد نہ ہوگا''

نمبر ۴. **وان طلقتمو ھن من قبل ان تمسو ھن**

''اور اگر تم عورتوں کو صحبت کرنے سے پہلے طلاق دے دو''

نمبر ۵. **اذا طلقتم النسآء فبلغن اجلھن**

''جب تم عورتوں کو طلاق دے دو تو پھر ان کی عدت پوری ہو جائے'' (بقیہ صفحہ ۵۷ پر)

قسط (۳) مولانا نور محمد ثاقب*

علم اُصول حدیث میں علماء احناف کی تصنیفی خدمات

مقالہ نگار مولانا نور محمد ثاقب دارالعلوم حقانیہ کے قابل فخر فرزند اور جید فضلا میں سے ہیں' خداداد صلاحیتوں کی بناء پر امارت اسلامیہ افغانستان کے چیف جسٹس کے منصب پر فائز رہے' طالبان دور حکومت میں علامہ اقبال کے فرزند جناب جسٹس جاوید اقبال صاحب افغانستان کے دورہ پر گئے ان سے ملاقاتیں رہیں' وہاں کے نظام عدالت اور فقہ حنفی کی گہرائی اور جامعیت پر بحث وتمحیص اور ان کی کارکردگی سے اتنے متاثر ہوئے کہ کابل سے واپسی پر ناچیز سے ملنے میری رہائش گاہ تشریف لائے۔ میری خواہش پر انہوں نے دارالعلوم کے وسیع ہال ایوان شریعت میں اپنا تاثراتی خطاب فرمایا اور جناب ثاقب صاحب کا زبردست انداز میں ذکر کیا۔ خطاب اس وقت الحق میں چھپ چکا تھا بعد میں انہوں نے اپنے سفرنامہ میں بھی ان کا ذکر کیا۔ امید ہے ان کا تحقیقی مضمون علمی حلقوں کے لئے دلچسپی کا باعث ہوگا۔ { (مولانا) سمیع الحق }

راقم نے اِس سے قبل اُصولِ حدیث کے سلسلۂ مضامین کی پہلی اور دوسری قسط میں اُصولِ حدیث میں علماء احناف کی سو(۱۰۰) کتابوں کا تذکرہ کیا تھا۔

اَب اِس علم میں علماء احناف کی دیگر کتابیں (اُن کے مصنفین کی تواریخ وفات کی ترتیب پر) ذکر کی جاتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۰۱۔ " ناسخ الحديث ومنسوخه " تاليف الشّيخ القاضي أبي جعفر أحمد بن اسحاق بن بهلول بن حسّان التّنوخي الأنباري، الحنفي، المولود سنة ۲۳۱ ھ، المتوفّٰی سنة ۳۱۸ھ

۱۰۲۔ " نقض كتاب المدلِّسين على الكرابيسي" تاليف الامام المحدّث الفقيه أبي جعفر أحمد بن محمّد بن سلامة الأزدي الطحاوي الحنفي، المتوفّٰی سنة ۳۲۱ھ

۱۰۳۔ " الهداية والارشاد في معرفة أهل الثّقة والسّداد " (في رجال صحيح البخاري) تاليف الشّيخ الامام الحافظ أبي نصر أحمد بن محمّد بن حسين البخاري الكلاباذي، الحنفي، المتوفّٰی سنة ۳۹۸ھ (یہ کتاب دارالمعرفۃ بیروت، لبنان سے ۱۴۰۷ھ میں طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے)

* سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ آف افغانستان' وسابق رئیس دارالافتاء المرکزیۃ افغانستان)

۱۰۴۔ " المضاهاة فی الأسماء و الأنساب " تالیف الشّیخ أبی کامل أحمد بن محمّد بن علیّ بن محمّد الأَبُیْوَرْدُ وانی الحنفی، المتوفّٰی سنة ۴۴۹ھ

۱۰۵۔ " کتاب الموضوعات من الحدیث " تالیف الشّیخ الفقیه أبی عبداللّٰه الحسین بن ابراهیم بن جعفر الجوزقانی، الحنفی، المتوفّٰی سنة ۵۴۳ھ

۱۰۶۔ " معجم الشیوخ " تالیف الشّیخ الحافظ تاج الدّین أبی محمّد عبدالخالق بن أسد بن ثابت طرابلسیّ الأصل دمشقیّ المولد و الدّار، الحنفی، المتوفّٰی سنة ۵۸۳ھ

۱۰۷۔ " العقیدة الصحیحة فی الموضوعات الصریحة " تالیف الشّیخ الحافظ ضیاء الدّین أبی حفص عُمر بن بدر بن سعید الموصلی، الحنفی، المولود سنة ۵۵۷ھ، المتوفّٰی سنة ۶۲۲ھ

۱۰۸۔ " کتاب الضعفاء " تالیف الشّیخ الامام المحدّث الفقیه اللّغوی أبی الفضائل رضیّ الدّین الحسن بن محمّد بن الحسن بن حیدر بن علیّ القرشی العدوی العُمری الصّغانی، الحنفی، المولود بمدینة لاهور سنة ۵۷۷ھ، المتوفّٰی ببغداد سنة ۶۵۰ھ

۱۰۹۔ "رسالتان فی الموضوعات " تالیف الشّیخ الامام المحدّث الفقیه اللّغوی أبی الفضائل رضیّ الدّین الحسن بن محمّد بن الحسن بن حیدر بن علیّ القرشی العدوی العُمَری الصّغانی، الحنفی، المولود بمدینة لاهور سنة ۵۷۷ھ، المتوفّٰی ببغداد سنة ۶۵۰ھ

۱۱۰۔ " معجم الشّیوخ " تالیف الشّیخ المحدّث الفقیه أبی العلاء محمود بن أبی بکر الکلاباذی البخاری، الحنفی، المولود سنة ۶۴۴ھ، المتوفّٰی سنة ۷۰۰ھ

۱۱۱۔ " مختصر ناسخ الحدیث و منسوخه لِابن شاهین " تالیف الشّیخ الفقیه المحدّث برهان الدّین أبی اسحاق ابراهیم بن علیّ بن أحمد بن یوسف المعروف بِابن عبدِالحق، الدّمشقی، الحنفی، القاضی بمصر، المتوفّٰی سنة ۷۴۴ھ

۱۱۲۔ " ذیل تهذیب الکمال للمِزی " (فی رجال الصّحاح الستّة) تالیف الشّیخ الامام الحافظ علاء الدّین أبی عبداللّٰه مُغُلْطَای بن قِلِیج البَکْجَرِی المصری، الحنفی، المولود سنة ۶۸۹ ھ، المتوفّٰی سنة ۷۶۲ھ

۱۱۳۔ " تلخیص الکاشف فی أسماء الرّجال للذّهبی " تالیف الشّیخ أبی عبداللّٰه محمّد بن منصور الأصبحی الحنفی، المتوفّٰی سنة ۷۹۳ھ

۱۱۴۔ " شرح ألفیّة العراقی " تالیف الشّیخ القاضی مجدالدّین اسماعیل بن ابراهیم بن محمّد بن

علیّ الکنانی البلبیسی ثمّ المصری، الحنفی، المتوفّٰی سنة ۸۰۲ھ

۱۱۵۔ "معانی الأخیار فی رجال معانی الآثار" (فی المجلّدین) تالیف الشّیخ العلّامة بدر الدّین محمود بن أحمد العینی ثمّ المصری، الحنفی، المولود سنة ۷۶۲ھ، المتوفّٰی سنة ۸۵۵ھ

۱۱۶۔ "شرح منظومة ابن الجوزی فی الحدیث" (فی المجلّدین) تالیف الامام المحدّث الحافظ زین الدّین أبی العدل قاسم بن قُطلوبُغا الجَمَالی المصری، الحنفی، المولود سنة ۸۰۲ھ، المتوفّٰی سنة ۸۷۹ھ

۱۱۷۔ "الایثار فی رجال معانی الآثار" تالیف الامام المحدّث الحافظ زین الدّین أبی العدل قاسم بن قُطلوبُغا الجَمَالی المصری، الحنفی، المولود سنة ۸۰۲ھ، المتوفّٰی سنة ۸۷۹ھ

۱۱۸۔ "معجم الشّیوخ" تالیف الامام المحدّث الحافظ زین الدّین أبی العدل قاسم بن قُطلوبُغا الجَمَالی المصری، الحنفی، المولود سنة ۸۰۲ھ، المتوفّٰی سنة ۸۷۹ھ

۱۱۹۔ "قانون الموضوعات" (فی ذکر الضّعفاء والوضّاعین) تالیف العلّامة المحدّث اللّغوی الشّیخ محمّد طاهر بن علیّ الهندی الفَتّنی، الحنفی، المتوفّٰی قتیلاً سنة ۹۸۶ھ

۱۲۰۔ "مجمع بحار الأنوار فی غرائب التّنزیل ولطائف الأخبار" تالیف العلّامة المحدّث اللّغوی الشّیخ محمّد طاهر بن علیّ الهندی الفَتّنی، الحنفی، المتوفّٰی قتیلاً سنة ۹۸۶ھ

۱۲۱۔ "تمییز المرفوع عن الموضوع" تالیف الامام العلّامة نور الدّین أبی الحسن علیّ بن سلطان محمّد الهروی ثمّ المکی، الحنفی، المشهور بلقب العلّامة مُلّا علیّ القاری، المتوفّٰی سنة ۱۰۱۴ھ

۱۲۲۔ "الأحادیث القدسیّة" تالیف الامام العلّامة نور الدّین أبی الحسن علیّ بن سلطان محمّد الهروی ثمّ المکی، الحنفی، المشهور بلقب العلّامة مُلّا علیّ القاری، المتوفّٰی سنة ۱۰۱۴ھ

۱۲۳۔ "حاشیة شرح نخبة الفکر" تالیف الشّیخ العلّامة سریّ الدّین محمّد بن ابراهیم الدّروری المصری الحنفی المعروف بابن الصّائغ، المتوفّٰی سنة ۱۰۶۹ھ وقیل سنة ۱۰۶۶ھ

۱۲۴۔ "الفرق بین الحدیث القدسی والقرآن والحدیث النّبوی" تالیف الشّیخ المفتی نوح بن مصطفٰی القونوی الحنفی، سافر الی القاهرة وتوفّی بها سنة ۱۰۷۰ھ

(یہ کتاب دار الکتب المصریۃ، مصر میں مخطوطہ کی شکل میں موجود تھی، شاید کہ طبع ہو کر شائع ہوئی ہو)

۱۲۵۔ "تلقیح الفکر شرح منظومة الأثر" (شرح البیقونیّة) تالیف الشّیخ العلّامة شهاب الدّین

أحمد بن السيّد محمّد مكى الحسينى الحَمَوى المصرى الحنفى، صاحب غمزعيون البصائرعلى الأشباه والنظائر، المتوفّٰى سنة١٠٩٨ھ

١٢٦۔ "أصول الحديث" تاليف الشّيخ العالم الصّوفى اسمٰعيل حقى بن مصطفى التركى الاصطنبولى، حنفىّ المذهب، خلوتىّ الطريقة، المولود سنة١٠٦٣ھ، المتوفّٰى سنة ١١٣٧ھ

١٢٧۔ " ارشادالمريد الٰى معرفة الأسانيد" تاليف الشّيخ عبدالله باشا بن الصدرمصطفٰى باشا بن الصّدرمحمّد باشاالكوپريلى الرومى الحنفى، المتوفّٰى شهيدًا سنة١١٤٨ھ

١٢٨۔ "مختصرنخبة الفكر" تاليف الشّيخ محمّد بن مصطفٰى حميد الكفوى الحنفى المعروف بالآقكرمانى، توفّٰى قاضيًا بمكّة فى محرّم سنة١١٦٠ھ أوسنة ١١٧٤ھ

١٢٩۔ " الصِّلاة الفاخرة فى الأحاديث المتواترة " تاليف الشّيخ المفتى حامد بن علىّ بن ابراهيم بن عبدالرّحيم بن عمادالدّين بن محبّ الدّين العمادى الدمشقى الحنفى، المولود سنة١١٠٣ھ، المتوفّٰى سنة١١٧١ھ

١٣٠۔ "عقود الدّررفى حدود علم الأثر" تاليف الشّيخ السيّد ضياء الدّين حامد بن الشّيخ يوسف بن حامد بن أمرالله بن عبدالمؤمن بن محمود البالدرمه وى الرّومى الحنفى النقشبندى، المولود بالآستانة سنة١١١١ھ، المتوفّٰى بالمدينة المنوّرة سنة١١٧٢ھ

١٣١۔ " تلحين المجلجلات بتبيين المسلسلات" تاليف الشّيخ السيّد ضياء الدين حامد بن الشّيخ يوسف بن حامد بن أمرالله بن عبدالمؤمن بن محمود البالدرمه وى الرّومى الحنفى النقشبندى، المولود بالآستانة سنة١١١١ھ، المتوفّٰى بالمدينة المنوّرة سنة١١٧٢ھ

١٣٢۔ " قلائد الدّررعلٰى نتيجة النّظر" تاليف الامام المحدّث المسند شمس الدّين أبى عبدالله محمّد بن حسن الحنفى، المعروف بِابن هِمّات زاده الدّمشقى، التُركمانىّ الأصل، الشّامىّ المولد، المولود بدمشق سنة١٠٩١ھ، المتوفّٰى بالقاهرة سنة١١٧٥ھ

(اِس مولف نے نخبۃ الفکر کی ایک شرح " نتيجة النّظر " کے نام سے لکھی ہے جس کا ذکر ہم نے قسطِ اوّل میں کیا تھا، اور یہ " قلائدالدّرر " اُسی "نتيجة النّظر" کی توضیح میں لکھی ہے)

١٣٣۔ "رسالة فى الأحاديث الضعيفة " تاليف الشّيخ المفتى أبى سعيد محمّد بن مصطفٰى بن عثمان الحسينى البلخى ثمّ الخادمى، الحنفى النقشبندى، المتوفّٰى سنة١١٧٦ھ

١٣٤۔ " الكشف الالٰهى عن شديد الضعف والموضوع والواهى" تاليف الشّيخ محمّد بن

محمّد بن محمّد الحسینی الطرابلسی (السندروسی) الحنفی، المتوفّٰی سنة ۱۱۷۷ھ

۱۳۵۔ "حاشیة نخبة الفکر" تالیف الشّیخ العلّامة محمّد بن محمود بن صالح بن حسن الطربزونی الحنفی الشهیر بالمدنی، المتوفّٰی سنة ۱۱۹۱ھ وقیل سنة ۱۲۰۰ھ

۱۳۶۔ "شرح أصول الحدیث" تالیف الشّیخ الأدیب الصّوفی عبداللّٰه بن عبدالعزیز البالیکسری الرّومی الشهیر بالصّلاحی، الحنفی، الخلوتی، المولود سنة ۱۱۱۷ھ، المتوفّٰی سنة ۱۱۹۷ھ

۱۳۷۔ "الأحادیث الموضوعة" تالیف الشّیخ المفتی محمّد بن حمزة المعروف بحاجی أمیرزاده الآیدینی المفتی بها، الحنفی، المتوفّٰی سنة ۱۲۰۲ھ

۱۳۸۔ "المرقاة العلیّة فی شرح الحدیث المسلسل بالأوّلیّة" تالیف الامام الحافظ المحدّث اللّغوی أبی الفیض السیّد محمّد مرتضی الحسینی العلوی الزّبیدی المصری، الحنفی (شارح "القاموس" و "الاِحیاء") المولود بالهند فی بلدة بِلجُرام سنة ۱۱۴۵ھ، المتوفّٰی بمصر سنة ۱۲۰۵ھ

۱۳۹۔ "الاِسعاف بالحدیث المسلسل بالاشراف" تالیف الامام الحافظ المحدّث اللّغوی أبی الفیض السیّد محمّد مرتضی الحسینی العلوی الزّبیدی المصری، الحنفی (شارح "القاموس" و "الاِحیاء") المولود بالهند فی بلدة بِلجُرام سنة ۱۱۴۵ھ، المتوفّٰی بمصر سنة ۱۲۰۵ھ

۱۴۰۔ "منظومة فی مصطلح الحدیث" تالیف الشّیخ أبی العرفان محمّد علیّ المصری الحنفی المعروف بالصبان، المتوفّٰی سنة ۱۲۰۶ھ

۱۴۱۔ "عقود اللآلی فی الأسانید العوالی" تالیف الشّیخ العلّامة المفتی السیّد محمّد أمین بن السیّد عمر بن عبدالعزیز بن أحمد بن عبدالرّحیم الشهیر بابن عابدین، الدّمشقی، الحنفی (صاحب ردّالمحتار) المولود سنة ۱۱۹۸ھ، المتوفّٰی سنة ۱۲۵۲ھ

۱۴۲۔ "أسماء رجال الحدیث" تالیف الشّیخ عبدالسّلام بن السیّد عمر بن محمّد الحنفی الماردینی المفتی بها، المولود سنة ۱۲۰۰ھ، المتوفّٰی سنة ۱۲۵۹ھ

۱۴۳۔ "الأحادیث المتواترة" تالیف الشّیخ الفقیه مفتی الشّام السیّد محمود بن السیّد محمّد نسیب الشهیر بابن حمزة، الدّمشقی، الحنفی، المولود سنة ۱۲۳۴ھ، المتوفّٰی سنة ۱۳۰۵ھ

۱۴۴۔ "تنسیق النّظام فی مسند الامام" تالیف العلّامة المحقّق الشّیخ محمّد حسن السّنبلی الحنفی، المولود سنة ۱۲۶۴ھ، المتوفّٰی سنة ۱۳۰۵ھ

۱۴۵۔ "نخبة البلاغة فی شرح نخبة الفکر" تالیف الشّیخ السیّد محمّد راسم بن السیّد علی رضا بن سلیمان الملاطی الرّومی الحنفی المولوی رئیس محکمة الحقوق بامددیاربکر، مات راجعًا منها بِقُسطَنطِینة فی شوّال سنة ۱۳۱۶ھ

۱۴۶۔ "عِقد الدّرر فی جِید نزھة النّظر" تالیف الشّیخ العلّامة مولانا محمّد عبداللّٰہ بن صابرعلی التُّونکی الھندی، الحنفی، المتوفّٰی بِمدینة بھوپال سنة ۱۳۳۹ھ

۱۴۷۔ "حسن النّظر فی شرح نخبة الفکر" (اُردو) تالیف الشّیخ مولانا عبدالرّحمٰن المدرّس بالمدرسة السلیمانیة، بھوپال

رَتّبه الشّیخ مولانا عاشق اِلٰھی المیرٹھی، الحنفی، المولود سنة ۱۲۹۸ھ، المتوفّٰی سنة ۱۳۶۰ھ

(یہ کتاب پہلی مرتبہ جید برقی پریس، دہلی سے طبع ہوکر شائع ہوچکی ہے)

۱۴۸۔ "تدوین حدیث" (اُردو) تالیف الشّیخ مولانا السیّد مناظر أحسن الجیلانی، الحنفی، المولود فی التّاسع من ربیع الأوّل سنة ۱۳۱۰ھ، المتوفّٰی فی الخامس والعشرین من شوّال المکرّم ۱۳۷۵ھ

۱۴۹۔ "أُصولِ حدیث" (اُردو) تالیف الشّیخ مولانا محمّد أویس النگرامی النّدوی الحنفی، شیخ التّفسیر فی ندوة العلماء، لکھنو

فَرَغ من تالیفه فی الثّالث عشر من رمضان المبارک سنة ۱۳۸۳ھ

(یہ کتاب مجلس نشریات اسلام کراچی سے شائع ہوچکی ہے)

۱۵۰۔ "رجال البخاری" (اُردو) تالیف الشّیخ المحدّث أبی المآثر مولانا حبیب الرّحمٰن الأعظمی، الحنفی، المولود سنة ۱۳۱۹ھ، المتوفّٰی فی الحادی عشر من رمضان المبارک سنة ۱۴۱۲ھ

علاوہ ازیں علمِ اُصولِ حدیث میں علماء احناف کی اور بھی چھوٹی بڑی تالیفات موجود ہیں۔ اس کے لئے تحقیق و تجسس کا سلسلہ جاری ہے جیسے جیسے ہمیں مزید کتابیں ملیں گی ہم قارئین کو پیش کرتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ ہمارے جملہ اکابرینِ احناف کو اِن مساعی جمیلہ کے بدلے میں درجات عالیہ ومقامات فائقہ نصیب فرماوے اور ہمیں اس سے پوری طرح مستفید ہونے کی توفیق مرحمت فرماوے۔ آمین

وَصَلّی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه محمّد وّعلیٰ آله وأصحابه أجمعین

بحث ونظر

ڈاکٹر عبدالحکیم اکبری*

مولانا سعید احمد رائے پوریؒ افکار و آراء کی روشنی میں ایک تنقیدی جائزہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے علمی و دینی مجلہ ماہنامہ "الحق" ج ۴۸ ش ۱ (ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ محرم الحرام ۱۴۳۴ھ) میں مولانا سعید احمد رائے پوریؒ بانی تنظیم فکر شاہ ولی اللہ کی وفات (۲۶ رستمبر ۲۰۱۲) کی مناسبت سے آپ کی حیات وخدمات اور فکر وخیالات پر مبنی ایک مقالہ شائع ہوا ہے۔مقالہ نگار ڈاکٹر محمود الحسن عارف' ایسوسی ایٹ پروفیسر (چیف) ایڈیٹر' اردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ہیں ۔مقالہ کی ابتداء میں خانقاہ رائے پور (انڈیا) کا تعارف اور مولانا سعید احمد رائے پوری کی تعلیم وتربیت کے متعدد مراحل کا تذکرہ ہے۔اوران کے خاندانی حالات کا مختصر بیان ہے۔اس کے بعد ذیلی عنوانات میں سے پہلے عنوان "مولانا سعید احمد رائے کا ملکی سیاست میں کردار" ہے۔اس عنوان کے تحت مقالہ نگار نے تفصیل کے ساتھ ان کی سیاسی خدمات کا احاطہ کرنے کی کوشش کی ہے مگران میں سے بعض کے ساتھ اتفاق کرنا ممکن نہیں۔اس لئے راقم الحروف یہ چند حقائق بصد ادب واحترام قارئین کے علم میں لانا چاہتا ہے۔تاکہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف کے مقالہ سے جو غلط فہمی پیدا کرنے کی شعوری کوشش کی گئی ہے صحیح واقعات کی روشنی میں اصلاح ہو سکے۔مذکورہ عنوان کے تحت تفصیل بیان کرتے ہوئے مقالہ نگار نے جمعیۃ طلبائے اسلام کی تنظیم وتشکیل کا سارا کریڈیٹ مولانا رائے پوری کو دیا ہے' جب کہ یہ بات محل نظر ہے کیونکہ صحیح واقعات اس کی تائید نہیں کرتے۔واقعہ یہ ہے کہ ابتداء سے دینی مدارس کے طلبہ اپنے اپنے مدارس میں انجمن قائم کرتے تھے' جس کے تحت اپنی تقریری کی صلاحیت کو جلا بخشنے کے لئے عام طور پر جمعہ کی رات (ہفتہ وار تعطیل کے موقع پر) اجلاس منعقد کئے جاتے تھے' بعض مدارس میں مدرسہ کے اہتمام کی اجازت اور سرپرستی میں اجلاس ہوتے تھے اور ایک استاد باقاعدہ نگرانی کیا کرتا تھا۔تقریباً ہر مدرسہ میں قائم اس تنظیم کا نام "جمعیۃ طلباء اسلام" ہی ہوتا تھا۔لاہور میں حضرت مولانا قاری محمد اجمل خان صاحبؒ نے جامع مسجد رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ میں یونیورسٹی' کالجز اور سکولز کے طلبا کی ایک تنظیم اسی نام سے قائم کی تھی' اور وہ خود "درس قرآں حکیم" دیا کرتے تھے۔

* سابق مرکزی کنوینئر جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان

عصری اداروں میں اس کی تنظیمیں تھیں' راقم الحروف ۱۹۶۶ء میں مدرسہ قاسم العلوم ملتان میں زیر تعلیم تھا۔ وہیں ہم نے جمعیۃ طلباء اسلام کے نام سے تنظیم بنائی تھی' راقم الحروف کے بھائی اور مدرسہ قاسم العلوم میں مدرس و معین مفتی' مفتی عبداللطیف صاحبؒ اس کی نگرانی کرتے تھے' اس کے اجلاس محلّہ چہلیک کی مسجد میں منعقد ہوا کرتے۔ اس لحاظ سے طلباء کی تنظیم کا یہ نام پہلے ہی سے متعارف تھا۔ اس لئے جب ستمبر ۱۹۶۹ء میں جمعیۃ علماء اسلام پاکستان کی مرکزی مجلس عمومی کا اجلاس سرگودھا میں منعقد ہوا جس میں آئندہ عام انتخابات میں حصہ لینے کے لئے جمعیۃ علماء اسلام نے اپنے انقلابی منشور کی منظوری دی اس منشور کی تدوین وتشکیل کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی' ان میں مولانا سعید احمد رائے پوری کا نام شامل نہ تھا اور نہ ہی اس وقت وہ جمعیۃ علماء اسلام کی تین مجالس میں کسی مجلس کے رکن تھے' جبکہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے جمعیۃ علماء اسلام کے منشور کی منظوری دی' اس منشور کی تدوین وتشکیل کے لئے جو کمیٹی بنائی گئی تھی ان میں مولانا سعید احمد رائے پوری کا نام شامل نہ تھا۔ اور نہ ہی اس وقت وہ جمعیۃ علماء اسلام کی تین مجالس میں کسی مجلس کے رکن تھے' جبکہ ڈاکٹر محمود الحسن عارف نے جمعیۃ علماء اسلام کے منشور میں انقلابی تبدیلی کا سہرا مولانا سعید احمد رائے پوری کے سر باندھا ہے' یہ قطعاً مبنی برصدق نہیں ہے۔ اسی منشور کمیٹی میں ایک اہم نام مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ آف کلاچی کا تھا جو دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مدنیؒ کے شاگرد ہیں اور آج کل صاحب فراش ہیں۔ قارئین سے ان کی صحت کے لئے دعاؤں کی درخواست ہے۔ جمعیۃ علماء اسلام کی مرکزی مجلس عمومی کے اس اجلاس میں دوسرا اہم فیصلہ میں جمعیۃ علماء اسلام کی تنظیم کو مشرقی پاکستان تک وسیع کر دیا گیا تھا' اس سے قبل یہ تنظیم صرف مغربی پاکستان تک محدود ہوتی تھی' جبکہ تیسرے اہم فیصلہ میں جمعیۃ علماء اسلام نے عصری اور دینی اداروں میں طلباء کی تنظیم نے ''جمعیۃ طلباء اسلام'' کی سرپرستی قبول کرنے کا فیصلہ دیا اور اس کے لئے تین سرپرست مقرر کیے گئے مولانا شمس الدین آف درویش ہزارہ' مولانا شمس الدین مدیر روزنامہ ''مدینہ'' ڈھاکہ (مشرقی پاکستان) اور مولانا سعید احمد رائے پوری' بعد میں لاہور میں مولانا قاری محمد اجمل خان کی جامع مسجد رحمانیہ میں اس کی عارضی کمیٹی بنائی گئی تھی۔ ۱۹۷۰ء میں جمعیۃ طلباء اسلام کا پہلا تربیتی اجتماع مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں زیر تعمیر جامع مسجد کی دوسری منزل پر منعقد ہوا تھا' جس میں راقم الحروف نے بھی شرکت کی تھی' راقم الحروف اس سال مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ میں زیر تعلیم تھا۔ اس اجتماع میں جمعیۃ طلباء اسلام صوبہ پنجاب کا انتخاب بھی عمل میں لایا گیا تھا۔ دسمبر ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات کے بعد ملک کو جس سیاسی اور انتظامی بدحالی نے اپنی لپیٹ میں لیا جس میں ملک کا آبادی کے لحاظ سے اکثریتی حصہ مشرقی پاکستان' ملک سے کاٹ دیا گیا' جو بعد میں بنگلہ دیش بنا۔ ایک سرپرست مولانا شمس الدین صاحب ادھر رہ گئے اور یوں ان کی سرپرستی کا اختتام ہوگیا' جبکہ دوسرے سرپرست مولانا شمس الدین آف درویش ہزارہ کچھ عرصہ بعد (۱۹۷۳ء) جمعیۃ علماء اسلام کے دو گروپوں میں تقسیم کی صورت میں حضرت مولانا غلام غوث

صاحب ہزارویؒ کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام سے علیحدہ ہو گئے تھے اوران کی سرپرستی بھی اختتام کو پہنچی۔ان واقعات کے بعد جمعیۃ طلباء اسلام کے لئے مقرر کردہ صرف واحد سرپرست مولانا سعید احمد رائے پوری رہ گئے۔اس میں قبل وہ اس سلسلے میں اپنے شہر وحلقہ سرگودھا میں سرگرم ہوں تو ہوں مگر مرکزی سطح پر وہ اتنا زیادہ سرگرم نہیں تھے' مگراس کے بعد انہوں نے سرگرمی دکھانی شروع کی اور سرگودھا سے لاہور شفٹ ہو گئے آپ نے جمعیۃ طلباء اسلام کے ۵۶۔میکلورڈ روڈ میں واقع مرکزی دفتر کو اپنی اقامت گاہ بنالیا اور جمعیۃ طلباء اسلام کے کارکنوں کی باقاعدہ اپنی فکر وخیالات کے مطابق تربیت شروع کی۔ان کے تربیتی بیانات میں بین الاقوامی سیاسیات اور خاص کراس وقت موجود دو سپر طاقتوں کی ترقی پذیر اور پسماندہ ملکوں میں ان کی دلچسپیاں موضوع ہوتی تھیں۔جبکہ ان کا دوسرا اہم موضوع ''معاشیات'' ہوتا تھا' وہ ملک بھر سے چیدہ چیدہ طلبا کو دعوت دیتے اوران کی ذہنی وفکری تربیت کر کے پھر ان کو سرگودھا لے جا کر اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ سے بیعت کراتے اور اس طرح ان کو حلقہ بیعت وارادت میں لے لیتے اگر کوئی طالب علم بیعت سے معذرت کرتا یا تو اس لئے کہ ان کا سلسلہ بیعت پہلے سے کسی اور بزرگ سے قائم ہوتا تھا یا وہ خود کو ابھی اس کا اہل نہیں پاتا تھا۔مولانا رائے پوری اس کو اپنے حلقہ ''ارادت'' سے کیا نکال دیتے جمعیۃ طلباء اسلام سے بھی اس کا اخراج کر دیتے ایسا بہت سے نام ہیں جن کو انہوں نے صرف اسی وجہ سے جمعیۃ طلباء اسلام سے نکال دیا تھا جن میں میاں محمد عارف' جاوید ابراہیم پراچہ' چوہدری عبدالمتین' ندیم اقبال اعوان' مسعود نیازی' میاں محمد اجمل قادری' حافظ اطہر عزیز' ضیاء الرحمٰن فاروقی' عبدالرؤف ربانی' ظہیر میر' محمد ادریس اُپل' محمد ادریس اعوان' حافظ عارف محمود' حافظ ریاض وغیرہ کے نام اب بھی میرے ذہن میں تازہ ہیں۔

یادرہے کہ یہ وہ طلبہ ہیں جن کا تعلق صوبہ پنجاب سے ہے سوائے جاوید ابراہیم پراچہ کے جو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے طالب علم ہونے کی وجہ سے پنجاب ہی کی تنظیم سے تعلق رکھتے تھے' وہ جمعیۃ طلباء اسلام کے صوبہ پنجاب کی پہلی تنظیم میں صوبائی صدر رہ چکے ہیں' ان سب کو انہوں نے مرحلہ وار تنظیم سے لاتعلق کر دیا تھا' یہیں سے تنظیم میں اختلافات کی بنیاد پڑ گئی تھی' جب کہ ۱۹۷۵ء میں تنظیم کے مرکزی انتخابات کا مرحلہ آیا تو اختلافات زیادہ کھل کر سامنے آ گئے۔میں ان تمام واقعات کا عینی گواہ ہوں۔ڈاکٹر محمود الحسن عارف سے متعلق راقم الحروف کو یہ معلوم نہیں کہ اس وقت تنظیم میں کیا حیثیت تھی۔جامع مسجد شیرانوالہ لاہور میں جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی انتخابات کے موقع پر ساری ضد مولانا رائے پوری کی تھی۔پہلے اجلاس میں نمائندگی کا مسئلہ اٹھایا پھر بعض ارکان کی موجودگی کو وجہ نزاع بنا۔مجھے یاد ہے کہ جاوید ابراہیم پراچہ نے اپنی قراقلی کیپ سر سے اتار کر مولانا رائے پوری کے قدموں میں ڈال دی مگران کا دل نہ پسیج سکا۔یہاں تک کہ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحبؒ مولانا قاری محمد اجمل خانؒ اور جناب عبدالحمید بٹؒ (سابق مرکزی ناظم مالیات جمعیۃ علماء اسلام پاکستان) کی مداخلت سے انتخابی مرحلہ مکمل تو ہوا مگر مولانا رائے پوری نے تنظیم پر

رحم نہیں کیا۔ اپنی انا کی بھینٹ چڑھا دیا' کچھ عرصہ بعد وہی اخراج کا سلسلہ پھر شروع کیا۔ ان حالات نے جمعیۃ طلباء اسلام کی اس وقت کی صورتحال پر بحث و مذاکراہ اور مشاورت ہوئی' تو عشاء کی نماز کے بعد سے فجر کی نماز تک یہی بات موضوع بحث رہی آخر کار جمعیۃ طلباء اسلام کے انتخابات کو منسوخ کر کے کنوینگ باڈی کی تشکیل کا فیصلہ کیا گیا' جس نے چھ ماہ کی مدت میں ملک بھر سے رکنیت کی مہم چلا کر ابتدائی تنظیم سے مرکزی تنظیم تک انتخابات کو مکمل کرانا تھا۔ یہ کنوینگ باڈی ۷ افراد پر مشتمل تھی۔ پنجاب سے محمد اسلوب قریشی' سید مطلوب علی زیدی اور میاں محمد عارف' سندھ سے مولانا مفتی جمیل خانؒ اور مولانا سراج احمد امروٹی۔ بلوچستان سے حافظ حسین احمد جبکہ صوبہ سرحد سے راقم الحروف (عبدالحکیم اکبری) اس باڈی کے ارکان تھے۔ جناب محمد اسلوب قریشی اس کمیٹی کے صدر جبکہ میاں محمد عارف اس کے سیکرٹری تھے اور یہ فیصلہ مولانا رائے پوری اور ان کے ساتھیوں نے تسلیم کرلیا تھا۔ مگر ہوا کیا وہ یہ کہ اس کمیٹی کا اجلاس مرکزی دفتر میں طلب کیا گیا۔ باقاعدہ تلاوت کلام پاک سا جناب محمد اسلوب قریشی کی صدارت میں اجلاس کا آغاز ہوا' اور پھر یہ بہانہ کر کے کہ ہمیں متعدد اضلاع کی تنظیموں کی طرف سے خطوط وصول ہوئے ہیں' جنہوں نے اس فیصلہ سے اتفاق نہیں کیا ہے' اور انہوں نے مطالبہ کیا ہے کہ آپ بھی یہ فیصلہ تسلیم نہ کریں' اس لئے ہم نے اس فیصلے سے لاتعلقی کا فیصلہ کیا ہے۔ راقم الحروف آج ہی خود ہائی ہینڈ لے کر آیا تھا اور گوجرانوالہ کے ضلعی صدر جمعیۃ طلباء اسلام جناب صاحبزادہ محمد داؤد صاحب نے راقم الحروف کو اس بات سے آگاہ کردیا تھا کہ یہ مرکزی ہدایات کے مطابق لکھے گئے ہیں کہ لہٰذا اگر کوئی وجہ ہو تو بیان کرو مگر یہ اجلاس بغیر کسی نتیجہ کے اختتام پذیر ہوا اور جب جمعیۃ علماء اسلام کے بزرگوں سے اس سلسلے میں رابطہ قائم کیا گیا تو انہوں نے متبادل صورت کے بارے میں جلد مشاورت کا عندیہ دیا۔ اس اجلاس کے بعد ۵۶ میکلورڈ میں کیا ہوتا رہا' وہ بھی سنئے۔ انہی دنوں میں سٹوڈنٹس یونین پشاور یونیورسٹی جس میں جمعیۃ طلباء اسلام کے جاوید ابراہیم پراچہ' یونین کے جنرل سیکرٹری تھے اور پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن کے صفدر یونین کے پریذیڈنٹ تھے کے زیر اہتمام پشاور یونیورسٹی میں سیرت کانفرنس کا انعقاد ہوا اور اس سے خطاب کرنے والوں میں حضرت درخواستی صاحبؒ حضرت مفتی محمود صاحبؒ مولانا عبیداللہ انورؒ اور مولانا محمد ایوب بنوری صاحبؒ تھے' کانفرنس شروع ہوئی تھی کہ اسی وقت لاہور سے مولانا سعید الرحمٰن علویؒ اور میاں محمد اجمل قادری کانفرنس ہال میں تشریف لے آئے۔ ان کو سٹیج پر لایا گیا وہاں پر انہوں نے راقم الحروف کو ایک چار ورقی پمفلٹ دیا جو جمعیۃ طلباء اسلام ۵۶ میکلورڈ روڈ لاہور کی طرف سے شائع ہوا تھا۔ اور جس کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ جمعیۃ طلباء اسلام عصری اور دینی درسگاہوں میں زیر تعلیم طلباء کی جمعیۃ علماء اسلام کی زیر پرستی میں ایک تنظیم تھی' جب تک جمعیۃ علماء اسلام صرف علماء کی تنظیم تھی اور اس کے عہدیدار صرف علماء ہی ہوا کرتے تھے' اب چونکہ جمعیۃ علماء اسلام نے اپنی رکنیت کے سلسلے کو وسیع کردیا ہے ایک وکیل' ایک دکاندار' ایک کاشتکار اور ایک ان پڑھ بھی اس کی رکنیت حاصل کر کے کسی عہدے پر منتخب ہوسکتا ہے۔ اس لئے اب

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ایک وکیل بھی جمعیۃ طلباء اسلام کا سر پرست ہوسکتا ہے۔ایک دکاندار ایک کاشتکار بھی یہاں تک کہ ایک ان پڑھ جاہل بھی۔اس لئے جمعیۃ طلباء اسلام ۵۶ میکلورڈ روڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم مزید جمعیۃ علماء اسلام کی سر پرستی میں کام نہیں کرسکتے۔اوراس سے لاتعلقی کا فیصلہ کرتے ہیں' راقم الحروف نے جب یہ پڑھا تو اسی وقت سٹیج پر تشریف فرما حضرت مفتی محمودؒ کو انکا یہ فیصلہ دکھایا انہوں نے پڑھا اور پھر فرمایا کہ کانفرنس کے بعد جب یہ سب رہنما لنچ کیلئے جائیں گے تو وہاں مشورہ کریں گے۔کانفرنس سے یہ حضرات لنچ کیلئے پشاور صدر کے جانز ہوٹل میں پہونچے تو لنچ کیسے قبل مشترکہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ جمعیۃ علماء اسلام بھی ان سے لاتعلقی کا اعلان کرتی ہے اور پھر جمعیۃ علماء اسلام صوبہ سرحد کے صوبائی دفتر سے حضرت مفتی صاحبؒ نے فون کر کے جناب اکرام القادری مدیر ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور کو یہ ہدایت دی کہ وہ اس ہفتہ کے شمارہ کے سرورق پر یہ فیصلہ شائع کرے کہ جمعیۃ طلباء اسلام کی وہ تنظیم جو محمد اسلوب قریشی کی صدارت میں کام کررہی ہے جمعیۃ علماء اسلام اس سے لاتعلقی کا اعلان کرتی ہے کیونکہ انہوں نے جمعیۃ علماء اسلام کی سر پرستی سے معذرت کی ہے اور پھر اس ہفتہ کے شمارہ میں یہ اعلان شائع ہوا

جمعیۃ طلباء اسلام کی مقبولیت کے بارے میں مقالہ نگار لکھتا ہے:

''جمعیۃ طلباء اسلام کی اس وقت مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ ملک کا شاید ہی کوئی کالج یا تعلیمی ادارہ ہوگا جہاں اس تنظیم کی کوئی شاخ موجود نہ ہو۔پورے ملک میں اس تنظیم کی اور اس کے انقلابی نعرے کی گونج سنائی دے رہی ہے''

جمعیۃ علماء اسلام کی یہ مقبولیت مولانا رائے پوری کی محض سر پرستی کیے طفیل نہیں تھی بلکہ جمعیۃ علماء اسلام کی مقامی تنظیموں کی سر پرستی کی بدولت ان کو حاصل تھی' مولانا رائے پوری نے جب باقاعدہ سر پرستی سنبھالی اور طلبہ کی اپنی ذہن وفکر کے مطابق تربیت کا سلسلہ شروع کیا تو بہت جلد اپنے ایجنڈے کے مطابق (جس کا راقم الحروف مختصر تذکرہ آگے کرتا ہے) اس معصوم ذہن کی حامل طلبہ تنظیم کو اختلاف کی نذر کردیا اور صرف تین سال (1973ء سے 1976) کے عرصہ میں تنظیم کا تیاپانچہ ہوگیا اور تنظیم کو اختلافات کی بھینٹ چڑھا دیا' بڑے قابل' ذہین وفطین اور فعال طلبہ رہنماؤں کو تنظیم سے خارج کردیا اور یہی سے اس تنظیم میں اختلافات کی بنیاد پڑی۔

ڈاکٹر عارف صاحب ص ۳۸ پر رقم طراز ہیں۔

''چنانچہ ذوالفقار علی بھٹو پر ایک طرف کفر کے فتوے لگ رہے تھے اور انہیں اور دوسری انقلاب پسند جماعتوں کے اراکین اور ان کے کارکنوں کو کفر کا حامل قرار دیا جارہا تھا تو دوسری طرف جمعیۃ علماء اسلام ان کی صفائی دیتی تھی اور ان کے انقلابی نعرے کی کسی حد تک حمایت کررہی تھی''

ڈاکٹر صاحب کا اس وقت کے حالات پر یہ تبصرہ بھی محل بحث ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے بارے میں یہ لکھنا کہ ''وہ انقلاب پسند جماعتوں کے اراکین اور ان کے کارکنوں کی صفائی دیتی تھی اور ان کے

انقلابی نعرے کی کسی حد تک حمایت کررہی تھی“

یہ ڈاکٹر صاحب کی اک ذاتی رائے تو ہوسکتی ہے جس میں وہ کسی کے سامنے ہرگز جوابدہ نہیں ہیں' مگر یہ اس وقت کے حالات کے اعتبار سے قطعاً تصویب کے قابل نہیں ہے' اس ضمن میں راقم الحروف نے ”مفتی اعظم مولا مفتی محمود کی علمی' دینی اور سیاسی خدمات“ کے صفحہ ۵۶۸ پر لکھا ہے:

”مفتی صاحب اوران کی جماعت شروع دن سے ایک معتدل پروگرام کی حامی و داعی تھی۔ اور وہ ان حالات میں بھی اعتدال کی پالیسی پر گامزن رہے انہوں نے اگر ایک طرف سوشلزم کی مخالفت کی تو دوسری طرف سرمایہ داری کو اس ملک کے اکثر مسائل ومشکلات کی بنیادی وجہ قرار دیا“

جہاں تک ڈاکٹر صاحب کے اس قول کا تعلق ہے کہ ”انقلاب پسند جماعتوں کے اراکین اور کارکنوں کو کفر کا حامل قرار دیا جارہا تھا تو دوسری طرف جمعیۃ علماء اسلام ان کی صفائی دیتی تھی“ یہ بھی خلاف حقیقت ہے۔ حقیقت وہ ہے جو حضرت مولا مفتی محمودؒ نے ایک انٹرویو میں بیان کی ہے جو روزنامہ ”مشرق“ لاہور کے ۱۵ر مارچ ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں شائع ہوا ہے فرماتے ہیں

”اگر کوئی شخص مارکس اور لینن کے نظریہ کو اسلامی سوشلزم سے تعبیر کرتا ہے وہ اسلامی تعلیمات کی تکذیب کرتا ہے اس کے باوجود مفتی صاحب کی رائے تھی کہ سوشلزم کا نام لینا والے کو کافر نہیں کہا جاسکتا' فرمایا:

”اگر کوئی شخص اسلامی مساوات اور اسلام کے معاشی نظام کو اسلامی سوشلزم کا نام دیتا ہے تو اسے کافر قرار نہیں دیا جاسکتا البتہ ایسا شخص تعبیر کی غلطی کا شکار ہے کیونکہ اسلام تعبیرات اور اصطلاحات میں بھی خود کفیل ہے اور کسی غیر اسلامی اصطلاح کا محتاج نہیں ہے۔“

یہ انقلاب پسند جماعتوں کی حمایت نہیں تھی بلکہ ایک اعتدال پسند اور ذمہ دار علماء کی تنظیم کی اس وقت کی ملکی سیاسی حالات کے پیش نظر اپنی اختیار کردہ ایک معتدل پالیسی تھی۔ ورنہ اسلامی سوشلزم کے نعرہ کے علمبردار ذوالفقار علی بھٹو ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں حضرت مولانا مفتی محمودؒ کے مقابلہ میں ڈیرہ اسماعیل خان کی واحد نشست پر الیکشن لڑنے کے لئے میدان میں نہ اترتے۔ اور نہ ہی بری طرح شکست سے دوچار ہوتے۔

ڈاکٹر عارف صاحب نے صفحہ ۳۹ پر لکھا ہے۔ ”ملکی سیاست میں مولانا (سعید احمد رائے پوری) کی یہ فعالیت کچھ لوگوں کو کھٹکنے لگی جس میں جمعیۃ علماء اسلام کی قیادت فہرست تھی۔ اسی بناء پر مولانا کے خلاف سازشیں اور شرارتیں شروع ہوگئیں۔ قیادت کو مولانا سے بدگمان کیا گیا اور یہ تاثر دیا گیا کہ مولانا جمعیۃ علماء اسلام پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں خاص طور پر اس وقت کے ”صوبہ سرحد“ میں مولانا کے خلاف پروپیگنڈا کی مہم چلائی گئی غالباً یہ صوبائی عصبیت ہی کا ایک شاخسانہ تھا اسی بنا پر اب تک کی تاریخ سے واضح ہوتا ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام نے ہمیشہ پنجاب سے متبادل قیادت کو وقت

سے پہلے ہی دبا دیا اور یہاں کی علاقائی قیادت کو ابھرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا جس کے نتیجے میں جمعیۃ صرف دوصوبوں تک محدود ہو کر رہ گئی۔

مولانا سعید احمد رائے پوری کو پہلے مرحلے میں جمعیۃ علماء اسلام سے الگ کیا گیا اور دوسرے مرحلے میں جمعیۃ طلباء اسلام کو ان کی قیادت و رہنمائی سے محروم کر دیا گیا''

ڈاکٹر صاحب کے لئے اس موقع پر مناسب یہ تھا کہ مولانا سعید احمد رائے پوری کی حیات و خدمات سے بحث کر کے جیسا کہ بعض دوسرے اہل علم حضرات نے آپ کی وفات کی مناسبت سے اپنے اپنے مضامین لکھے ہیں تو زیادہ بہتر ہوتا۔ تلخ یادوں کو اور وہ بھی خلاف حقیقت اور خلاف واقعہ سمیٹ سمیٹ کر اس مضمون کو بوجھل بنا کر وہ کیوں متنازع معاملات چھیڑ رہے ہیں وہ اگر ان باتوں سے گریز کرتے اور بہت دور کی کوڑی لا کر اس سے اپنی سوچ کے مطابق نتائج اخذ نہ کرتے اور اس کا الزام دوسروں پر نہ دھرتے تو زیادہ بہتر ہوتا راقم الحروف بھی ان باتوں کو کبھی زیر بحث نہ لاتا۔ اس ضمن میں ایک تلخ یاد حضرت پیر طریقت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کی میت کی ہے ان کی وصیت کے برعکس مگر ان کے ورثاء کی خواہش کے مطابق بجائے خانقاہ رائے پور (انڈیا) کے یہاں ڈھڈیال سرگودھا میں تدفین کا مرحلہ ہے حضرت مولانا عبدالعزیز رائے پوریؒ اور ان کے صاحبزادے مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کا پورا پورا زور اس بات پر تھا کہ ان کی میت کو پاکستان سے منتقل کر کے خانقاہ رائے پور میں دفنا دیا جائے جبکہ اکثر جید علماء کرام اور مشائخ عظام جن میں حضرت حافظ الحدیث درخواستیؒ، حضرت شیخ الحدیث مولانا یوسف بنوریؒ پیش پیش تھے ان کی رائے یہ تھی کہ انڈیا اور پاکستان میں باہمی تعلقات کشیدہ ہیں میت کی وہاں منتقلی میں کئی دن لگ سکتے ہیں جسکی وجہ سے بے حرمتی کا یقینی حدشہ ہے دوسری بات یہ ہے کہ اگر ان کی وصیت تھی تو اس وصیت پر عمل کرنا ضروری نہیں ہے اس لئے ان کو یہیں اپنے آبائی قبرستان میں ان کے ورثاء (بھتیجوں) کی خواہش کے مطابق ڈھڈیاں (سرگودھا) میں دفنایا جائے۔ اور پھر ان کو یہیں دفنایا گیا۔ اس کے بعد تادم واپسیں مولانا سعید احمد رائے پوری نے کبھی ان علماء کو کبھی معاف نہیں کیا بلکہ یہاں تک ان سے بار بار سنا گیا تھا کہ میں ان مولویوں سے اس بات کا انتقام لوں گا۔ اور وہ اکثر اپنی مخصوص مجلسوں میں ان علماء کی کردار کشی کرتے تھے۔ حضرت درخواستیؒ اور حضرت بنوریؒ کا نام تک سننا تک گوارہ نہیں کرتے تھے۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ (سوانح نگار حضرت مولانا عبدالرحیم رائے پوری و حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ اور جو کہ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ سے بیعت تھے) کے بارے میں نہایت تضحیک آمیز رویہ اختیار کرتے تھے اور ان کو سی آئی اے کا ایجنٹ تک کہتے۔ تبلیغی جماعت کے بزرگوں کے بارے میں وہ جو الفاظ اور جملے استعمال کرتے وہ ناقابل بیان ہیں۔ ہر سال تبلیغی اجتماع کے موقعہ پر رائے ونڈ میں جمعیۃ طلباء اسلام کے ساتھی اپنا ٹینٹ لگواتے تھے تاکہ ساتھیوں کو رابطہ میں سہولت رہے 1975ء میں انہوں نے تنظیم کو روک دیا۔ غالباً 1975ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی انتخابات کا مرحلہ درپیش تھا اس جماعت

میں اس وقت کسی بھی عہدہ کے لئے کنویسنگ کی روایت نہیں تھی مگر مولانا سعید احمد رائے پوریؒ نے متعدد مقامات پر خود جا کر اور بعض مقامات پر اپنے ہم خیال کارکنوں کو بھیج کر یہ مہم چلائی کہ حضرت درخواستیؒ کی جگہ مولانا مفتی محمودؒ کو جمعیۃ علماء اسلام کی امارت سپرد کی جائے اور مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کو ناظم عمومی منتخب کیا جائے۔ حضرت درخواستی چونکہ سیاسی مزاج نہیں رکھتے اس لئے ان کو جماعت کی تنظیم سے لاتعلق کر دیا جائے یا زیادہ سے زیادہ ان کو جمعیۃ کا سرپرست بنا دیا جائے یہ اور بات کہ ان کی اس تجویز اور مہم جوئی کو پذیرائی نہ مل سکی سازش کس نے کی شرارت کس طرف سے ہوئی اور کہا یہ جارہا ہے کہ ان کی فعالیت کچھ لوگوں کو کھٹکنے لگی'' کہاں تک حقیقت کی منظر کشی کرتی ہے خدارا ایسی غلط بیانی نہ کی جائے جو کل آپ سے ہضم نہ ہو سکے اس میں صوبہ سرحد کو کہاں سے گھسیٹ کر لے آئے واقعات کو خلط ملط اور پس و پیش کر کے مفروضوں کو حقیقت باور کرانے کی شعوری کوشش کبھی سچ اور حقیقت کا روپ نہیں دھار سکتیں۔''صوبہ سرحد میں مولانا (سعید رائے پوریؒ) کے خلاف پروپیگنڈا مہم'' یہ ایک بات کی طرف اشارہ ہے جس کا ذکر آگے اپنے مقام پر آتا ہے۔

ڈاکٹر عارف نے ص ۴۴ پر ایک ذیلی عنوان ''مولانا پر الحاد اور زندیقی فتویٰ اور ان کی حقیقت'' قائم کیا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں۔

''ایک طرف تو مولانا کی کامیابی اور فکری ترقی کا یہ سفر جاری تھا تو دوسری طرف مولانا کے انقلابی افکار وخیالات کے خلاف منفی پروپیگنڈے میں تیزی آتی گئی۔ اس میں شک نہیں کہ مولانا کے خیالات وافکار انقلابی نوعیت کے تھے اور عالم علماء کرام کے افکار وخیالات سے مختلف بلکہ متصادم تھے لیکن ان افکار وخیالات کا زیادہ تر تعلق دور حاضر میں اسلام کے عملی نفاذ سے تھا اسلام کے بنیادی عقائد وافکار سے نہیں تھا لیکن چونکہ ہمارے ہاں کسی بھی شخص پر کفر یا الحاد یا زندقہ کا فتویٰ لگانا محض ایک فیشن ہو گیا ہے...... تو انہوں نے مولانا اور ان کے حلقے پر الحاد اور زندقہ کا فتویٰ لگا دیا اس سلسلے کی ابتداء صوبہ سرحد کے ایک مدرسہ سے ہوئی اور وفاق المدارس کے موجودہ صدر محترم کے مدرسہ سمیت بہت سے مدارس نے اس فتویٰ کی تصدیق کر ڈالی۔

راقم الحروف یہ نہیں سمجھ پاسکا کہ ڈاکٹر عارف صاحب ایسی بحث چھیڑ کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں آگے چل کر دیکھتے ہیں کہ وہ آئینہ دیکھ کر کتنا برا مانتے ہیں یہ باتیں وہ خود موضوع بحث بناتے ہیں جب ردعمل سامنے آتا ہے تو نازک مزاج شاہاں تاب سخن ندارد'' والی بات ہوگی

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

جیسے ڈاکٹر صاحب اس نامناسب موقعہ پر ایسی باتیں چھیڑتے ہیں ان کے ممدوح اور ان کے ہمنواؤں نے بھی مسلم الثبوت دینی مسائل کو متنازعہ بنانے کی مذموم کوششیں کی تھیں۔ ان کے ان غلط افکار وخیالات کی مخالفت کی ابتداء

صوبہ سرحد کے ایک مدرسے نہیں ہوئی تھی بلکہ سب سے پہلے اس سلسلے میں حضرت مولانا امام اہل سنت شیخ الحدیث سرفراز خان صفدرؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحق خان بشیر کا ''حق چار یار'' کے ماہنامہ میں ایک تفصیلی مضمون شائع ہوا تھا جسمیں انہوں نے مولانا سعید احمد رائے پوری اور ان کے افکار وخیالات کی تردید کی تھی یہ تو بعد میں صوبہ سرحد کے ضلع کوہاٹ کے ٹل اور ہنگو میں دو مدرسین کا پتہ چلا جو ''فکر ولی اللہ'' تنظیم کے ارکان تھے اور اپنے خالی الذہن طلباء کے سامنے دوران درس ایسی باتیں چھیڑتے تھے جس سے طلباء پھونک پڑتے نماز ایسی عبادت کے بارے میں بھی توہین آمیز باتیں ان کی طرف سے طلباء کو سننا پڑتی تھیں پٹھان لوگ تھے جو دھڑلے سے بات کرنے کے عادی ہوتے ہیں ان کو تنظیم کی طرف سے فی الحال ایسی باتوں اور خیالات کے افشاء کی اجازت نہیں ہوتی تھی لیکن ان سے یہ باتیں ہضم نہ ہوسکیں اور انہوں نے یہ باتیں بار بار طلبہ کے سامنے کیں مگر کتاب کے آخر طلباء نے مجبور ہو کر دیگر اساتذہ کرام کو ان کے افکار و خیالات سے آگاہ کرنا شروع کیا۔ پھر استفتاء لکھے گئے مفتیان کرام نے اپنا فرض ادا کرتے ہوئے استفتاء کے مطابق جوابات دیئے ان مدرسین میں ایک رائے پوری افکار وخیالات سے تائب ہوا اور پھر انہوں نے سارا کچھ کھول کر رکھ دیا ۔اسی ضمن میں یہ تفصیل بھی عرض ہے۔

1982ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے مجلس عمومی کا ایک اجلاس جامعہ مدینہ کریم پارک راوی روڈ لاہور میں منعقد کیا جارہا تھا ان دنوں شیخ الحدیث حضرت مولانا حامد میاں صاحبؒ مرکزی امیر اور مولانا فضل الرحمٰن ناظم عمومی تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن ان دنوں ڈیرہ اسماعیل خان کے ڈسٹرکٹ جیل میں قید کاٹ رہے تھے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے راقم الحروف کو ایک اہم پیغام دے کر لاہور بھیجا۔ راقم الحروف نے ان کا وہ پیغام امیر مرکزیہ تک پہنچایا۔ ان سے اجازت لیکر راقم الحروف جب ان کے ہاں حاضر ہوا تو مہمان خانہ میں جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی اور صوبائی قائدین موجود تھے حضرت خواجہ خان محمد صاحبؒ بھی تشریف فرما تھے ان تمام حضرات کے سامنے حضرت مولانا حامد میاں صاحب نے راقم الحروف کو پیش کر کے یہ فرمایا کہ عبدالحکیم اکبری جمعیۃ طلباء اسلام کے مرکزی صدر رہے ہیں اور ان کو مکمل وجوہات معلوم ہوں گی جن کی وجہ سے 1976ء میں جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین جمعیۃ طلباء اسلام 56 میکلوڈ روڈ والوں سے لاتعلق ہوگئے تھے۔ بزرگوں کے استفسار پر راقم الحروف نے ان کے سامنے وہ تمام حالات اور وجوہات بیان کیں جن کی بناء پر پہلے لاتعلقی کا فیصلہ مولانا رائے پوری اور انکے ہمنواؤں نے کیا تھا نہ جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین نے راقم الحروف کو وہاں معلوم ہوا کہ 56 میکلوڈ روڈ والوں نے مولانا حامد میاںؒ سے رابطہ کیا تھا اور وہ دوبارہ رجوع کرنا چاہتے تھے۔ راقم الحروف نے ان کے سامنے عرض کیا کہ ایک تو وہ جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی کو تسلیم کرلیں اور دوسرا یہ کہ وہ جہاد افغانستان کو جہاد تسلیم کریں، افغانستان کے جہاد کو جہاد تسلیم کرلیں۔ تیسرا یہ کہ وہ تبلیغی جماعت اور ان کے سرکردہ حضرات کے بارے میں ہمیشہ توہین و تحقیر آمیز رویہ اختیار کیے ہوتے ہیں وہ اپنے اس رویہ سے باز آجائیں تو ان کو ساتھ ملانے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے

جمعیۃ علماء اسلام کے اکابرین نے ان تمام باتوں کو غور سے سنا لیکن اس کے بعد کیا ہوا راقم الحروف کو اس کو علم نہیں البتہ اتنا معلوم ہوا کہ وہ لوگ ان شرائط پر راضی نہ ہوئے اور اتحاد کی صورت نہ بن سکی یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ یہ سلسلہ جنبانی کرنے والے 56 میکلوڈ روڈ والے تھے یا جمعیۃ علماء اسلام کے اندر ہی بعض لوگوں کی رائے و تجویز اور خواہش تھی۔

بعض مزید وضاحتیں/حقائق:

۱۔ زیر بحث مقالہ میں مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کے نام کے ساتھ اکثر جگہ ''شاہ'' کا سابقہ سادات سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ اضافہ کیا جاتا ہے جب کہ مولانا سعید احمد رائے پوری کا تعلق راجپوت فیملی کے ساتھ تھا۔

۲۔ مقالہ نگار کا یہ لکھنا کہ ''اور مولانا ملک بھر میں سیاسی اور تعلیمی دورے کرتے اور بڑے بڑے جلسوں سے خطاب فرماتے تھے'' یہ واقعہ بھی محل نظر ہے اور خلاف واقعہ ہے انہوں نے کبھی عام جلسوں سے خطاب نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ ان کا مزاج تھا البتہ محدود تربیتی نشستوں میں وہ خوب کھل کر تفصیلی بیان کرتے تھے۔

۳۔ ہفت روزہ ''ترجمان اسلام'' لاہور، جمعیۃ علماء اسلام کا جماعتی آرگن تھا اور وہ باقاعدگی سے شائع ہوتا تھا جو جمعیۃ علماء اسلام کی جماعتی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ جمعیۃ طلباء اسلام کی تنظیمی خبروں اور سرگرمیوں کو بھی شائع کرتا تھا۔ 1974ء میں بعض انتظامی مجبوریوں کے تحت اس کی اشاعت کا سلسلہ روک دیا گیا تھا۔ جمعیۃ طلباء اسلام کے سرکردہ حضرات نے اس مرحلہ پر اس کی اشاعت کا بیڑا اٹھایا اور خانیوال سے مشہور ادیب و شاعر جناب محمد اکرام القادری کو اس کے مدیر اور جناب محمد فاروق قریشی کو اس کا مدیر معاون مقرر کر کے اس کی نشأۃ ثانیہ کی۔ جس کی مجلس ادارت میں مولانا سعید احمد رائے پوری کا نام بھی شامل تھا اور جمعیۃ علماء اسلام کی جمعیۃ طلباء اسلام کی سرپرستی کئے جانے تک ان کا نام شائع ہوتا رہا۔ 1976ء میں جب 56 میکلوڈ روڈ والوں نے جمعیۃ علماء اسلام کی سرپرستی سے معذرت کر لی تو ہفت روزہ ترجمان اسلام کی اشاعت کی ذمہ داری جمعیۃ علماء اسلام نے ایک دفعہ پھر سنبھال لی اور اکرام القادری صاحب ہی اس کے مدیر رہے۔

۴۔ جمعیۃ طلباء اسلام کے نام سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ تعلیمی درسگاہوں میں باقاعدہ داخل طلبہ کی تنظیم تھی جو رائے پوری صاحبؒ کی زیر سرپرستی طلباء کی محدود سرگرمیوں تک محدود تھی مگر ایسا نہ تھا۔ نہ تو محمد اسلوب قریشی صاحب ریگولر طالب علم تھے اور نہ ہی سید طلوب علی زیدی کسی عصری و دینی ادارے میں داخل تھے وہ تو عرصہ سے تعلیم کا سلسلہ منقطع کر چکے تھے مگر ابتداء 1970ء سے لیکر رائے پوری کی زیر سرپرستی تشکیل پانے والے متبادل تنظیم ''فکر شاہ ولی اللہ'' (1987ء) تک اول الذکر اس کے مرکزی صدر اور ثانی الذکر جنرل سیکرٹری رہے جس کا اعتراف ڈاکٹر عارف نے ص ۴۲ پر کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔ ''جمعیۃ طلباء اسلام (قریشی گروپ) چونکہ اب ایسے لوگوں پر مشتمل تھی کہ جنہیں کالج اور یونیورسٹیوں کو خیرباد کہتے ہوئے مدت ہو گئی تھی'' سنا گیا ہے کہ جناب اسلوب قریشی اور سید مطلوب علی زیدی کو ''فکر شاہ ولی اللہ'' کی تنظیم سے الگ

کردیا گیا ہے۔

۵۔ مولانا سعید احمد رائے پوری، جہاد افغانستان کے سخت مخالف تھے بلکہ بقول ڈاکٹر عارف صاحب "ہر قسم کی جہادی سرگرمیوں خصوصاً "افغانستان اور مقبوضہ کشمیر میں ہونے والے جہاد کے سخت مخالف تھے۔" جب کہ جمعیۃ علماء اسلام بحیثیت دینی، مذہبی و سیاسی جماعت کے جہاد افغانستان کے حق میں تھی۔ حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے سب سے پہلے جہاد کا فتوی دیا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کے مرکزی رہنما شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب بانی مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، جہاد افغانستان کے سرخیل تھے آپ ہی کے شاگرد مجاہدین کی قیادت کرتے تھے اور وہ آپ ہی سے راہنمائی لیتے تھے۔ اور وفد در وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور آپ ان کو ہدایات دے کر اور دعائیں دے کر رخصت فرماتے تھے جن سے ان کا حوصلہ بڑھتا ماہنامہ "الحق" اور انکے مدیر مولانا سمیع الحق کا جہاد افغانستان میں بہت بڑا کردار رہا ہے۔ اسلام ان کے اکابر و اراکین مجاہدین و مہاجرین سے حتی المقدور تعاون جاری رکھے ہوئے تھے جہاں بعض مقامات پر قوم پرست جماعتوں کی طرف سے مہاجرین کے لئے مشکلات پیدا کی جارہی تھیں۔ وہاں حضرت درخواستیؒ اور حضرت مفتی محمودؒ خود تشریف لے گئے تھے اور وہاں ان کی مشکلات کو دور کر دیا تھا۔ مولانا سعید احمد رائے پوری روسی افواج کی افغانستان میں جبری مداخلت کا خیر مقدم کرتے تھے اور وہ یہاں یہ خوشخبریاں دیا کرتے تھے کہ افغانستان کے بعد روسی افواج پاکستان میں داخل ہونے والی ہیں اور یہاں سرخ انقلاب کا دور دورہ ہوگا اور یہ خطہ بھی معاشی ترقی سے ہمکنار ہو گا۔ ؎ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا

۶۔ ڈاکٹر عارف صاحب نے اپنے اس مقالہ کی تیاری کے لئے جن حوالہ جات سے مواد لیا ہے وہ ایک دو کے علاوہ صرف زبانی اور سینہ بسینہ ہیں اس سے قارئین خوب اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس کے مندرجات کہاں تک تحقیقی ہیں اور کہاں تک صحیح واقعات کی غمازی کرتی ہیں۔

۷۔ راقم الحروف نے مقالہ میں چیدہ چیدہ باتوں اور واقعات کی صحیح تصویر کشی کی کوشش کی ہے اور بھی اس کے مندرجات ہیں جن سے اتفاق کرنا ممکن نہیں۔

مصحفی ہم تو یہ سمجھے تھے کہ ہوگا کوئی زخم تیرے دل میں تو بہت کام رفو کا نکلا

ربنا اتنا من لدنك رحمة وهي لنا من امرنا امرنا رشداً......

(اطلاع)

اب موتمر المصنفین کی کتابیں قارئین بذریعہ ڈاک بھی منگوا سکتے ہیں

رابطہ نمبر: مکتبہ ایوان شریعت' دارالعلوم حقانیہ-0300 5167962

مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک 0300 4610409

مفتی ذاکر حسن نعمانی*

تعلیم وتربیت کی اہمیت

انسان اپنی فطری صلاحیتوں کی علاوہ کسبی صلاحیتوں کا بھی محتاج ہے۔حیوانات میں بھی فطری صلاحیتیں ہیں لیکن مخصوص ومحدود ہیں،ان سے آگے نہیں بڑھ سکتیں۔البتہ بعض حیوانات کو خاص قسم کی تربیت دی جائے توان میں بھی انسانوں کی طرح کوئی خاص کمال پیدا ہوجاتا ہے لیکن وہ بھی محدود ہوتا ہے اس سے آگے نہیں بڑھ سکتے: مثلاً کتے کو شکار کے بارے میں تعلیم دی جاتی ہے،یہ کتا جب شکاری بن جائے تو کلب المعلم کہلاتا ہے،یعنی تعلیم یافتہ کتا۔وہ بھی اایک خاص (شکار) میں۔ہر میدان میں تعلیم یافتہ نہیں ہوتا،نہ اپنے شکاری میدان میں شکار کے لیے نئے نئے طریقے ایجاد کرسکتا ہے۔اسی طرح ہر کتا شکاری نہیں بن سکتا۔کتوں کی ایک خاص قسم ہے جو تعلیم وتربیت سے شکاری بن جاتے ہیں لیکن ان کی درندگی پھر بھی ختم نہیں ہوتی۔کبھی شکار مالک کے لیے نہیں بلکہ اپنے لیے پکڑتا ہے۔پھر اس کو کھاجاتا ہے ،پرندوں میں ایک خاص قسم کا محدود فہم ہے،جس کے ذریعے اپنی زندگی گزارتے ہیں۔اس مخصوص فہم کی وجہ سے مزید ترقی نہیں کرسکتے۔مثلاً ہر پرندہ شروع سے اپنا مخصوص شکل اور ڈیزائن کا گھونسلہ بناتا ہے،ان گھونسلوں سے ہر انسان آسانی کے ساتھ پہچان لیتا ہے کہ کس پرندہ کا گھونسلہ ہے۔کوئی پرندہ آج تک اپنے گھونسلہ کوئی نئی شکل یا ڈیزائن نئے نقشہ کے مطابق نہ بناسکا۔شہد کی مکھیاں مخصوص شش زاویوں والا چھتہ بناتی ہیں،جن سے شہد کا ایک قطرہ بھی نہیں ٹپکتا۔آج تک شہد کی مکھیاں نئے نقشہ کے مطابق ڈیزائن تو بدل نہ سکیں۔اس کی وجہ ہے کہ ان کو صرف اسی مخصوص فہم کے مطابق اس کا مص ڈیزائن کا القاء اور الہام ہوا ہے۔

ان تمام حیوانات کے مقابلہ میں انسان کو بقول حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ خدائے تعالیٰ نے قوت عقلیہ کی زیادتی دی ہے۔جس کی دو شاخیں ہیں۔ایک شاخ کے ذریعہ صحیح مصلحانہ نظام زندگی کے لیے مفید تدبیریں (اسکیمیں) کرتا ہے پھر ان میں مزید باریکیاں (ترقیاں) کرتا ہے۔چنانچہ آج کے مشینی اور مصنوعی دور میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق نئی نئی ایجادات قوت عقلیہ کے اس شعبہ کے مرہون منت ہیں۔ضرورت سے بڑھ کر سہولیات تک عجیب وغریب ضروری اور آسائش والی اشیاء دیکھنے میں آتی ہیں جن سے سب حیوانات محروم ہیں۔ابھی حال ہی میں پشاور میں

---

* استاذ حدیث وتخصص جامعہ عثمانیہ پشاور

سردی کی شدید لہر آئی تھی، رات کو شدید سردی اور زبردست دھند تھی۔ سب لوگ بستروں اور بند کمروں میں آرام سے پڑے ہوئے تھے۔ مجھے باہر کھلی فضا میں پرندوں، کتوں اور دیگر پالتو گھریلو جانوروں کا خیال آیا کہ آج رات ان کی کیا حالت اور کیفیت ہوگی۔ نہ جانے ان پر رات کیسے گزری ہوگی۔ کتنے جانوروں کا کتنا نقصان ہوا ہوگا۔ آخر میں ہم اللہ کے فضل سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ سب کا حافظ ہے۔ انسان کی اس عقل کو عقلِ معاش کہتے ہیں۔

قوتِ عقلیہ کی دوسری شاخ قوتِ عقلیہ کہ وہ استعداد ہے جس سے آخرت کی بھلائی اور کامیابی کے لیے علوم دینیہ کے حصول میں عقل مشغول رہتی ہے۔ اس کو عقلِ معاد کہتے ہیں۔ اس عقل معاد کے ذریعہ اگر ایک طرف قرآن وحدیث کے الہامی علوم حاصل کرتا ہے تو دوسری طرف قرآن وحدیث سے اجماع وقیاس کے ذریعہ لاکھوں مسائل کا استنباط کرتا ہے۔ جن میں استنباط کی استعداد وطاقت نہیں ہوتی وہ ان مستنبطین کی تقلید کرتے ہیں۔ آج دنیا میں جتنے اسلامی مدارس، بے شمار دینی مفید کتابیں، تعلیم وتبلیغ کا وسیع جال، جہاد اور تزکیہ نفس کا مقدس مشن اسی عقل معاد کا مرہون منت ہے۔

عقل معاد کی طرف عدم توجہ:

آج پوری دنیا صرف عقل معاش کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیاوی ترقی میں خوب اضافہ ہوگیا ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ عقل کی صرف ایک ہی قسم عقل معاش موجود ہے اور عقل معاد سرے سے ہے ہی نہیں۔ عقل معاش کی ترقی بھی فرض کفایہ ہے اور عقل معاد کی ترقی بھی فرض کفایہ ہے۔ لیکن ایک مخصوص حد تک عقل معاد کی ترقی بھی فرض کفایہ ہے یعنی ایمانیات اور اعمال صالحہ سے متعلقہ ضروری علوم تو ہر بالغ مسلمان مرد اور عورت کے لیے فرض عین ہیں لیکن عقل معاش میں ڈوبے ہوئے اس کی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے چنانچہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ان ضروری علوم کی طرف سے آہستہ آہستہ لوگوں کی توجہ ہٹ رہی ہے صرف عقل معاش کی طرف سفر جاری ہے۔ حالانکہ صرف عقل معاش کے پیچھے چلنا تو کفار کا شیوہ ہے اس لیے حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کفار کی جنت ہے، واقعی انہوں نے اپنی عقل معاش کا اتنا زیادہ استعمال کیا ہے کہ ان کے ممالک جنت کی نظیر معلوم ہوتی ہے۔ وینس کا شہر سمندر میں ہے جو جنت تجری من تحتھا الانہار کا منظر پیش کرتا ہے۔ تہہ میں ٹیوب ٹرین چلتی ہے۔ جو لکم فیھا ماتشھی انفسکم کی ادنیٰ جھلک ہے۔ آج بدقسمتی سے مسلمان بھی اس عقل معاش کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں حالانکہ ہمارے لیے اصل حکم عقل معاد کا ہے۔ حدیث میں ہے "وانتم خلقتم للآخرۃ"

عقل معاد کے استعمال کے علاوہ ہمارے عقل معاش کا ہر ضروری کام عقل معاد یعنی آخرت کے تابع ہوگا۔ ہماری پرائمری سے لے کر یونیورسٹی لیول تک تمام عصری درسگاہوں کے نصاب میں عقل معاد کی تعلیم بقدر ضرورت بھی ضروری محسوس نہیں کی جاتی بلکہ مخالفت کی جاتی ہے۔ جہاں ہے وہ بھی برائے نام ہے چنانچہ عصری درسگاہوں کے

تمام درجوں کی اسلامیات پر سرسری نظر ڈالیں تو فوراً پتہ چل جائے گا کہ برائے نام اسلامیات ہے۔وہ بھی بعض درسگاہوں اوردرجوں میں لازم نہیں ہوتی بلکہ اختیاری ہوتی ہے۔یا پھر عملاً اسلامیات کے مضمون کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کیا جاتا ہے کہ الامان ۔میڈیکل کالج کے ایک دیندار طالب علم نے بتایا کہ اسلامیات کے پیریڈ میں اکثر طلبہ غیر حاضر رہتے ہیں بہت کم مقدار حاضر ہوتی ہے۔طلبہ کے ذہن میں بھی یہ بات ہوتی ہے کہ میری اصل تعلیم عقل معاش والی ہے عقل معاد کی تعلیم کی کیا ضرورت ہے۔ہم نے خود ہی عقل معاد کی تعلیم کی اہمیت گرادی ہے۔حالانکہ عقل معاش کی فرض کفایہ تعلیم کے عقل معاد کی بقدر ضرورت فرض عین تعلیم فرض اور لازم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری درس گاہوں سے خالص فنی لوگ فارغ ہورہے ہیں ۔ان میں دینی صفات کے حامل لوگ پیدا نہیں ہوتے ۔صرف فنی لوگ دنیا کے ہر غیر اسلامی مذہب میں پیدا ہورہے ہیں تو پھر کفار واغیار اور مسلمانوں کے فنی افراد میں مابہ الامتیاز کیا ہے۔

مشابہ بالحیوان لوگ:

اس عنوان سے میری مراد کسی مسلمان کی تضحیک یا توہین نہیں صرف اپنی بات سمجھانے کے لیے یہ عنوان قائم کیا گیا ہے۔ہمارے مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کو شروع سے عقل معاش کی تعلیم دی جاتی ہے اور نہ عقل معاد کی ۔جس طرح حیوان کا بچہ بڑا ہو کر وہی حیوان کہلاتا ہے۔اس میں کوئی اضافی وصف پیدا نہیں ہوتا، مثلاً کتے کا پلا بڑا ہو کر صرف کتا کہلاتا ہے۔بھیڑ، بکری کا بچہ بڑا ہو کر بھیڑ بکری بنتا ہے لیکن انسان کا بچہ بڑا ہو کر انسان ہونے کے علاوہ عالم، حافظ، ڈاکٹر، استاذ، لوہار، ترکھان، ڈرائیور وغیرہ بنتا ہے۔ہمارے ملک میں کافی تعداد مسلمانوں کی ایسی ہے جو دنیاوی کردار بنا نہ اخروی۔دینی تعلیم سے محروم رہ گئے ہیں بلکہ محض انسان ہیں۔ان میں کوئی اضافی قابل تعریف وصف پیدا نہیں ہوا۔اگر ایسے افراد میں ایمان اور عمل صالح کسی درجہ میں موجود ہے تو فبہا ورنہ ایسے لوگ حیوان نما انسان ہوتے ۔گویا حیوانات کی طرح ان کی تربیت ہی نہیں ہوتی بلکہ برائے نام مسلمان ہے۔لیکن پھر بھی ایمان کی وجہ سے تمام کفار سے بہتر ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا میں کوئی کردار ادا کیے بغیر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

شیطان نما انسان:

کچھ لوگ ایسے ہیں جو بے شک مسلمان ہیں لیکن عقل معاش کی تعلیم کے ساتھ جب عقل معاد کی تعلیم ان کو نہ دی جائے تو ان پر حیوانیت مسلط ہو جاتی ہے۔جن عصری درسگاہوں میں عقل معاش (دینی تعلیم) کی تعلیم نہیں دی جاتی وہاں طالب علموں میں آزادی آجاتی ہے۔ ہم آئے روز مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم گاہوں میں لڑکے اور لڑکیوں کا انتہائی آزاد (فری) ماحول دیکھتے ہیں، سب کے سامنے جوڑے جوڑے بیٹھے ہوتے ہیں، یہی جوڑے سیر وتفریح کے لیے بھی نکلتے ہیں۔ایک دوسرے کے گھروں میں بھی جاتے ہیں۔گرل کے لیے بوائے فرینڈ اور بوائے کے لیے گرل فرینڈ مہذب اصطلاح عام ہوگئی ہے۔ان جوڑوں کے ماں باپ بھی بے حسی کی وجہ سے

اب اس کو عیب نہیں سمجھتے ۔ انہی تعلیم گاہوں سے نکل کر ماڈلنگ ،فحش فلموں اور ڈراموں میں حیا سوز کردار ادا کرتے ہیں ۔ پورا مسلم معاشرہ اوران لڑکے اور لڑکیوں کے ماں باپ بے غیرتی اور بے حسی کی وجہ ان مناظروں کو دیکھتے ہیں ،ان گناہوں کے ساتھ پورا معاشرہ اتنا عادی اور بے حس ہو چکا ہے کہ ان کے خلاف کوئی آواز تک نہیں اٹھاتا۔اب تو جو منکر کے خلاف تھوڑی بہت آواز جونہی اٹھاتے ہیں تو لوگ ان کو طالبان سمجھنے لگتے ہیں ،کیا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا شعبہ ختم ہو گیا ہے ۔کیا یہ مسلمانوں کی مشترکہ ذمہ داری نہیں تھی ۔کیا ارباب اقتدار واختیار اور والدین کا یہ فریضہ نہ تھا، ارباب واقتدار واختیار اور اپوزیشن والے تو صرف جمہوریت کے لیے مرمٹ رہے ہیں ، جمہوریت اس دور کا کلمہ طیبہ بن گیا ہے ۔اس کے خلاف ورزی کرنے والا یا اس کے خلاف بولنے والا سیاسی مرتد ہوتا ہے ۔کیا یہ ہر قسم کی آزادی جمہوریت نے پیدا نہیں کی ۔ یہاں تک کہ سابق وزیر اعظم مرحومہ کا بیٹا بول اٹھا کہ میں آزاد مسلمان ہوں ۔مسلمان تو قیدی ہے کیا کوئی قیدی کہہ سکتا ہے، میں آزاد قیدی ہوں ،کیا کوئی فوجی کہہ سکتا ہے ، میں آزاد فوجی ہوں ،کیا کوئی پولیس والا کہہ سکتا ہے کہ میں آزاد سپاہی اور پولیس مین ہوں ۔کیا پابندی اور آزادی دونوں جمع ہو سکتے ہیں ۔ پتہ نہیں یہ آزاد مسلمان مسلمانوں کی کون سی قسم ہے ۔آزادی کا یہ سفر ان لوگوں نے ان بے قید عصری درسگاہوں سے سیکھا ہے ۔

مسلمان آزاد نہیں ہوتا بلکہ مسلمان پابند ہوتا ہے اگر ان عصری درسگاہوں میں عقل معاش کی تعلیم کے ساتھ عقل معاد کی بقدر ضرورت تعلیم ہوتی تو ان کو لگا ملتی اور خود کو آزاد مسلمان سمجھتے ۔عصری تعلیم گاہوں کی یہ بے قید تعلیم اچھے بھلے مسلمان نوجوان کو شیطان نما انسان بنا دیتی ہے ۔مزے کی بات یہ ہے کہ والدین ان کی بھاری فیسیں بھی ادا کرتے ہیں ۔لیکن یہی اولاد مسلم معاشرہ کے لیے اور خود والدین کیلئے دردسر بن جاتے ہیں والدین کی خدمت بھی نہیں کرتے ۔

حقیقی انسان: حقیقی انسان وہ ہے کہ جس کی عقل معاد کے مطابق صحیح دینی تعلیم وتربیت ہوئی ہو ۔عقل معاش ایک دنیاوی ضرورت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عقل معاد کو بھول جائے ۔الحمدللہ ایسی عصری درس گاہیں بھی ہیں جن میں عقل معاش کی تعلیم کے ساتھ ضرورت کے درجہ میں عقل معاد کے مطابق تعلیم وتربیت بھی دی جاتی ہے ۔

ایسی درسگاہ کا فارغ التحصیل مسلم معاشرہ کا بہترین فرد ہوتا ہے ،فراغت کے بعد جو شعبہ بھی جائن (ملازمت) کرتا ہے ،اس میں ایک صحیح ،مفید اور کلیدی کردار ادا کرتا ہے ۔حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں انسانوں کا دوسرا امتیاز حیوانات سے قوت عملی کی برتری ہے ،قوت تو اس میں ہاتھی ،گھوڑے ،بیل اور گدھوں جتنی نہیں ہوتی لیکن برتری ضروری ہے ۔

اس قوت عملی کے بھی دو شعبے ہیں :انسان کا ہر اچھا یا برا عمل اس میں اپنا رنگ اور اثر چھوڑتا ہے ۔حیوانات کو نہ اپنے اچھے عمل کا احساس ہوتا ہے نہ برے کا ۔کتنے حیوانات اور درندے ہیں جنہوں نے بے شمار لوگوں کو نقصان

پہنچایا ہے لیکن پچھتاتے نہیں بلکہ ہر بار اپنی درندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ لیکن انسان اپنی غلطی کو عمر بھر نہیں بھولتا۔ یہ الگ بات ہے کہ احساس گناہ اور توبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتے ہیں۔ حدیث میں یہی مضمون ہے کہ مومن جب معمول کا گناہ کرتا ہے تو اس کو پہاڑ کے برابر سمجھتا ہے اور فاسق و فاجر پہاڑ جتنا گناہ کر کے سمجھتا ہے کہ مکھی آئی بیٹھی اور اڑ گئی۔ فساق و فجار ہمہ وقت ہر قسم کے گناہ میں مشغول رہتے ہیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ پھر گناہ بے لذت بن جاتا ہے، ان کی ملکی قوت بالکل دب کر رہ جاتی ہے، قوت عملی کے غلط استعمال سے حیوانیت ان پر غالب آجاتی ہے۔ پھر حیوان نما انسان بن جاتا ہے، اس لیے قرآن مجید ان کو کالانعام (چوپاہوں کی طرح) کہتا ہے۔

عمل کا دوسرا شعبہ احوال و کیفیات میں انسان جو عبادتیں اور ریاضتیں کرتا ہے ان سے احوال رفیعہ اور اعلیٰ کیفیات پیدا ہوتی ہیں۔ جو دل و دماغ میں رچ بس جاتی ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی محبت، اللہ تعالیٰ پر اعتماد، اللہ تعالیٰ کا خوف، اللہ تعالیٰ کی رضا وغیرہ۔

تعلیم وتربیت کا زمانہ: تعلیم وتربیت کا بہترین زمانہ بچپن کا ہے۔ ملک وقوم اور ملت کا ہر بچہ پوری ملت کی بنیادی اکائی ہوتی ہے۔ بنیادی اکائی اگر ٹھیک ہو، اچھی اور مضبوط ہو تو اچھی بنیادی اکائیوں سے وجود میں آنے والی قوم بہترین قوم ثابت ہوگی۔ اگر بنیادی اکائیاں سب یا بعض خراب ہوں تو بہترین قوم اور امت وجود میں نہیں آئے گی [illegible] بحیثیت القوم اچھا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ہماری قوم کو بنیادی اکائیاں اور قوام کا اکثر اور زیادہ حصہ عصری درسگاہوں میں تیار ہوتے ہیں۔ دینی درسگاہیں تو مسلم معاشرہ کے لیے بہترین افراد مہیا کر رہے ہیں لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ ان کا کردار بدقسمتی سے مسجد ومحراب سے لے کر دینی عصری درسگاہوں تک محدود نظر آتا ہے۔ اکثر لوگوں کا ذہن بھی یہی بن چکا ہے کہ مولوی صاحب کا کردار مسجد تک محدود ہے حالانکہ علماء کرام کو چاہیے کہ مسجد سے باہر ہر میدان میں مثالی کردار ادا کریں۔ اس وقت کام کے جو میدان ہیں ان میں علماء کرام کی تعداد بہت کم یا نہ ہونے کے برابر ہے۔ مثلاً سیاست، حکومت، معیشت، عدالت اور وکالت وغیرہ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان میدانوں میں اتنا کود پڑیں کہ علم و تحقیق کے راستے میں مسدود ہو جائیں بلکہ اس کے لیے منظم پالیسی کے تحت ہر میدان کے لیے افراد مہیا کرنے ہوں گے۔ کچھ افراد تو ایسے ضرور ہونے چاہیے جن کا اوڑھنا، بچھونا، درس وتدریس اور علمی تحقیقات ہوں کیونکہ ہر میدان میں عملی نفاذ کے لیے ان حضرات کی تحقیقات کام آئیں گی۔ آج جو اسلامی بینکاری یا تکافل کے نام سے جو کام ہو رہا ہے اس میں گزشتہ اور موجودہ فقہاء وعلماء کی فقہی تحقیقات کام آرہی ہیں۔ آج اگر کسی شعبہ میں اسلامائزیشن شروع ہو جائے اور ہماری یہ علمی وفقہی تحقیقات یا محقق علماء وفقہاء نہ ہوں تو ہم کیا کریں گے۔ لوگوں کو صرف بینکوں کے سودی نظام کی فکر ہے کہ یہ کس طرح اسلامی بن جائیں۔ حالانکہ تقریباً ہر مالیاتی ادارہ سودی کاروبار میں ملوث ہے ان سب کی فکر کرنی چاہیے۔

مولانا محمد اسرار ابن مدنی*

حضرت مولانا سعید احمد رائے پوریؒ کا مکتوب

بنام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

(آپ کی چند اہم وضاحتیں)

خانقاہ رائپور برصغیر پاک و ہند کی معروف و مشہور روحانی مراکز میں سے ہے' جہاں مسترشدین کی روحانی تربیت کیساتھ فکری اور نظریاتی تربیت کا سلسلہ بھی جاری ہے۔

خانقاہ رائپور کے مسند نشینوں میں بالترتیب حضرت شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ، حضرت شاہ عبدالقادر رائپوریؒ، حضرت شاہ عبدالعزیز رائپوریؒ اور حضرت شاہ سعید احمد رائپوریؒ جیسے عبقری شخصیات شامل ہیں۔آخر الذکر بزرگ جناب شاہ سعید احمد رائپوریؒ قریبی عرصے میں انتقال فرما گئے جسکی شخصیت، علمیت اور انکے افکار و نظریات کے حوالے سے انتہائی تحقیقی اور تنقیدی تعریفی شذرات اور مقالات کا سلسلہ جاری ہے جس پر ہم جیسے ادنیٰ طالب علموں کیلئے رائے دینا قطعاً مناسب نہیں۔البتہ مولانا شاہ سعید احمد رائپوری اور خانقاہ رائپور کی علمی' فکری اور تاریخی پس منظر کو سمجھنے سے بہت سے باتیں واضح ہو جائیگی۔

معروف بزرگ اسکالر، صاحب قلم اور ممتاز عالم دین علامہ زاہد الراشدی صاحب اس حوالے سے رقمطراز ہیں:

> ''جماعتی، تنظیمی اور تحریکی تعارف سے ہٹ کر ان کا اصل تعارف رائپور کی خانقاہ رحیمیہ کے حوالہ سے تھا وہ خانقاہ رائے پور شریف کے مسند نشین حضرت مولانا عبدالعزیزؒ کے فرزند اور رفیق کار تھے۔رائے پور کی خانقاہ برصغیر پاک و ہند بنگلہ دیش میں روحانی اور فکری اثر و رسوخ رکھنے والی خانقاہوں میں ایک نمایاں مرکزی حیثیت رکھتی ہے اور تحریک آزادی میں اس کا مستقل کردار ہے۔حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کے شاگرد اور ان کے رفقاء کار میں سے تھے، حضرت شیخ الہندؒ نے تحریک آزادی کے لئے جو تانا بانا بنا تھا، حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ اس نظم کے اہم رکن تھے اور مالٹا کی اسارت سے رہائی کے بعد حضرت شیخ الہندؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ضعف و

---

* رفیق و معاون موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

علالت کے باوجود تحریک آزادی کو نیا رنگ دینے کی جو طرح ڈالی تھی، رائے پور کی خانقاہ کا اس میں بھی حصہ ہے، حضرت شیخ الہندؒ نے تشدد اور عسکریت کی پالیسی کو خیر باد کہہ کر عدم تشدد کو اپنی نئی جدوجہد کی اساس بنایا اور سیاسی وفکری تربیت سازی کو برصغیر میں علماء حق کی جدوجہد کے نئے دور کا سب سے بڑا ہتھیار قرار دیا۔ حضرت شیخ الہندؒ نے قرآنی تعلیمات کے عام سطح پر فروغ، مختلف طبقات اور علمی حلقوں کے درمیان اختلاف کو کم کرنے اور دینی مدارس اور یونیورسٹیوں کے فضلا وطلبا کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے کو اپنی جدوجہد کے اہم اہداف بتایا اور پھر اس رخ پر جب کام شروع ہوا تو مفکر انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ نے دہلی میں نظارت قرآنیہ کے عنوان سے فکری مراکز کی شکل اختیار کرگئی۔ اس پروگرام کے مطابق علماء اور کالجوں کے فضلاء کی ذہن سازی میں جہاں بہت سے دیگر اکابر علماء کرام کی محنت تاریخ کا حصہ ہے۔" (الشریعہ ص۵۱ نومبر ۲۰۱۲ء)

لیکن اتنی عظیم نسبتوں کے حامل بزرگ کو تنقید کے بے رحم تیر سے نشانہ بنایا گیا۔ کسی نے گمراہ قرار دیا کسی نے دیوبندیت سے نکالا ...... کسی نے کافر تک کہا...... افسوس کہ ہمارے ماحول میں اعتدال کا فقدان دن بدن بڑھتا جا رہا ہے میرے کہنے کا مطلب ہرگز ہرگز یہ نہیں کہ ان سے اختلاف نہ کیا جائے انکے افکار ونظریات سے کافی حد تک اختلاف کی گنجائش ہے۔ لیکن اختلاف کو باہمی جنگ وجدال فتویٰ بازی اور پروپیگنڈے کے بے رحم استعمال سے دور رکھا جائے تو بہت سے مسلکی اور نزاعی اختلافات کا خاتمہ ہو جائے گا۔

علامہ زاہد الرشدی صاحب نے حضرت شاہ صاحب مرحوم سے اختلافات کی نوعیت اور حدود کا ذکر بڑے سلجھے ہوئے انداز میں کیا ہے:

"مجھ سے متعدد دوستوں نے ان کی زندگی میں ہمارے باہمی اختلاف رائے کے بارے میں پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ اس اختلاف کا عقیدۃ ومسلک سے تعلق نہیں تھا بلکہ بعض سیاسی، معاشی اور تحریکی مسائل کی تعبیرات وتشریحات میں ہمارا زاویہ نگاہ مختلف تھا جواب بھی مختلف ہے لیکن یہ نظری اور فکری اختلاف ہے، مسلکی اختلافات اور نظری وفکری اختلافات کے الگ الگ دائروں کا فرق اب زیادہ تر ملحوظ نہیں رہا اور جسطرح ہم نے فقہی معاملات میں حق، باطل، خطا وصواب اور اولیٰ کے دائروں کو گڈمڈ کر رکھا ہے اسی طرح فکری اور اعتقادی دائروں کا فرق بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے۔" (الشریعہ ص۵۳ نومبر ۲۰۱۲ء)

یقیناً علامہ راشدی صاحب نے بڑی پتے کی بات کی راقم کے خیال میں اگر ہم تکفیر، تفسیق، ترجیح، تجہیل جیسے الفاظ کے صحیح مطالب اور دائرہ کار پر غور کریں تو بہت سے مسائل کو سلجھا سکتے ہیں۔

راقم نے علامہ رائپوری کے متعلق بہت سے فتوے اور تنقیدی تجزیئے سنے تو دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ مثبت

زاویہ فکر سے ان کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اتفاق سے مشاہیر بنام مولانا سمیع الحق صاحب کا مطالعہ کررہا تھا اس میں مولانا رائپوریؒ کا ایک نایاب مکتوب نظر نواز ہوا۔ مشاہیر پون صدی پر محیط اکابرین دعوت وعزیمت کے اصل خطوط کا عظیم خزینہ ہے جو آٹھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ برصغیر میں دینی اور سیاسی تحریکوں کے عروج وزوال اور اقبال وادبار کی تاریخ لکھنے والے مؤرخ کیلئے اس سے زیادہ مستند مواد شائد وبائد کہیں اور دستیاب ہو۔ مولانا رائپوری کا یہ مکتوب ارباب علم ودانش اور مفتیان کرام کی عدالت میں ایک مقدمہ ہے' جس میں انہوں نے اپنا مسلکی مزاج اور دینی رخ وعقیدہ کا کھلم کھلا اظہار کیا ہے۔ مولانا رائپوری پر تنقید کرنے والوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ کم از کم ایک مرتبہ اس مکتوب کو بغور پڑھے اور پھر رائے قائم کریں۔

۱۴ ستمبر ۲۰۰۰ء	بخدمت محترم ومکرم حضرت مولانا صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!	امید ہے مزاج بخیر ہوں گے!

خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور برعظیم پاک وہند کی ایک عظیم خانقاہ ہے جس کے بانی حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ ہیں جنہیں سید الطائفہ حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے اپنے سلسلہ کی خلافت عطا کی اور فقیہ الہند حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی اپنے سلسلہ کی نسبت منتقل کرتے ہوئے خلق خدا کی روحانی وباطنی اصلاح کی ذمہ داری بھی سپرد کی حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کو اپنے زمانہ کے علماء کرام میں ایک ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ جہاں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے رفیق حریت اور ان کی غیر موجودگی میں تحریک ریشمی رومال کے نگران تھے وہاں آپ عالم اسلام کے دو عظیم تعلیمی اداروں دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے سرپرست بھی تھے۔ میرے والد محترم حضرت شاہ عبدالعزیز رائے پوری نوراللہ مرقدہ بانی خانقاہ حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے نواسہ تھے اور آپ کی تعلیم وتربیت حضرت اقدس شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کی زیر نگرانی وزیر سایہ ہوئی، پھر شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کے خلیفۂ اول حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی صحبت میں میرے والد محترم رہے تا وقت آنکہ حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ نے انہیں اپنا جانشین اور خانقاہ رحیمیہ کا مسند نشین بنا دیا۔ میں نے الحمدللہ شاہ عبدالقادر رائے پوری کی خدمت میں ۳۰ سال گذارے اور ان کی خدمت میں رہ کر اس وقت کے چوٹی کے اکابرین علماء دیوبند سے خانقاہ رائے پور میں ملاقاتیں رہیں اور میں ان سے فیض یاب ہوتا رہا میں نے خانقاہ رائے پور میں مولانا محمد الیاس دہلوی امیر تبلیغی جماعت امام حریت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ، مولانا حبیب الرحمٰن رائے پوریؒ ودیگر اکابرین مجلس احرار اسلام وجمعیت علماء ہند کی زیارت کی اور ان سے استفادہ کے لئے کئی سال تک خانقاہ رحیمیہ میں امامت کے فرائض سرانجام دیتا رہا مذکورہ بالا تمام علماء کرام رحمھم اللہ نے کئی بار میری امامت میں نماز ادا کی۔ الحمدللہ یہ میرے بزرگوں کا میرے اوپر اعتماد اور میری خوش قسمتی تھی حضرت مولانا شیخ الحدیث محمد زکریاؒ میرے استاذ حدیث ہیں جب تک مدرسہ سہارنپور (مظاہر العلوم) میں، میں زیر تعلیم رہا تو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی خصوصی شفقت میرے اوپر رہی حتی کہ تمام تعلیمی زمانہ میں میرا کھانا حضرت شیخ الحدیثؒ کے گھر سے آتا رہا۔

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کی خدمت میں ۳۰ سال گذارنے کے بعد اپنے والد محترم حضرت مولانا شاہ

عبدالعزیز رائے پوریؒ کی خدمت بھی ۳۰ سال تک کرنے کا مجھے شرف حاصل ہے۔ میرے والد محترم شاہ عبدالعزیز رائے پوریؒ بزرگوں کی یہ امانت میرے سپرد کر گئے اور مجھے خانقاہ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی گدی پر اپنی حیات مبارکہ میں ہی بٹھا گئے، الحمدللہ میں نے اکابرین ائمہ و دیگر اکابرین علماء کرامؒ کے مشن پر پوری تندہی سے کام کیا ہے۔ آپ مجھے ۳۰ سال سے جانتے ہیں اور آپ خانقاہ رائے پور کے بزرگوں کا اعتماد جو میرے اوپر تھا اس سے بھی بخوبی واقف ہیں آج کل بعض شر پسند عناصر نے خود ساختہ چند غلط عقائد بنا کر میری طرف منسوب کرنے کی انتہائی مکروہ کوشش کی ہے تاکہ خانقاہ رائے پور کے عظیم سلسلہ اور میرے متعلق لوگوں کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا کیے جائیں۔ میں اپنے اکابرین علماء دیوبند، اکابر رائے پور، اکابر مجلس احرار اور جمعیت علماء ہند کے مسلک ومشرب کا پابند اور ترجمان ہوں میرے خیالات اپنے بزرگوں اور سرپرستوں اور اکابرین دیوبند سے ذرہ بھر بھی مختلف نہیں ہیں۔ میں اپنے بزرگوں کی تصدیق سے چھپنے والی کتاب ''المہند علی المفند'' مولفہ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ میں مذکور عقائد کا ہی پابند ہوں، گمراہ کن پراپیگنڈے کے ذریعے سے پھیلائے جانے والے عقائد ونظریات سے میرا اور میرے متعلقین کا کوئی تعلق نہیں ہم بزور تاکید اسکی تردید کرتے ہیں۔ الحمدللہ ہم اپنے اکابر کے مشن اسلام کے اجتماعی غلبہ اور شریعت، طریقت، سیاست کے پروگرام کو لے کر چل رہے ہیں۔ جس سے ہزاروں نوجوان وابستہ ہو چکے ہیں۔ مغرب کے الحاد زدہ تعلیمی نظام میں پڑھنے والے ہزاروں نوجوان اس خانقاہ سے وابستہ ہو کر اپنی دینی ودنیوی اصلاح کر رہے ہیں۔ رمضان المبارک کے معمولات بھی خانقاہ کے پرانے دستور کے مطابق جاری وساری ہیں۔ گذشتہ رمضان المبارک کا شیڈول ومعمولات کی ایک کاپی بھی پیش خدمت ہے۔ میں گذشتہ سال یکم مئی 1999ء کو اپنے مرکز رائے پور ہندوستان بھی گیا تھا۔ الحمدللہ آج بھی وہاں میرے اکابر کی محنت کے نتیجے میں اس خانقاہ کے ہزاروں متوسلین موجود ہیں اس دورہ ہندوستان کے احوال پرمبنی ایک خط پمفلٹ کی شکل میں بھیج رہا ہوں۔ والسلام سعید احمد رائپوری

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ وہ مذکورہ مکتوب کو مولانا رائپوری اور اس کی جماعت کا اصل موقف سمجھ کر مطالعہ فرمائیں اور ان کے افکار ونظریات سے منسوب اختلاف کو محض سیاسی اختلاف قرار دیں تو ''دیوبندیت'' کے باہمی اتفاق واتحاد میں یہ بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوگا اور آئندہ کے لئے دیوبندیت کے وسیع تر مزاج ومذاق کے مطابق اپنی آراء کا انتہائی معتدل انداز میں اظہار کیا جائے تو بہت جلد باہمی نزاعات کا خاتمہ ہو سکے گا اور باہمی اتفاق و اتحاد کے حوالے سے شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کا وہ خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔ ان شاء اللہ

ع فکر چمن ہے مجھ کو غم آشیاں نہیں

موتمر المصنفین دار العلوم حقانیہ کی نئی علمی اور تحقیقی پیشکش

اسلامی حکمرانوں کے اوصاف واخلاق

حضرت مولانا عبدالباقی حقانی (فاضل دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

ضخامت: 425 قیمت 250 روپے

مولانا محمد ابراہیم فانی

بوستانِ دہر سے گویا گلِ زیبا گیا

دارالعلوم حقانیہ کے ناظم الحاج اظہار الحق صاحب کے جواں سال صاحبزادے

عمیر الحق سنی کی ناگہانی موت پر رثائیہ اشعار

تاریخ وفات: ۹ ربیع الاول ۱۴۳۴ھ / ۲۱ جنوری ۲۰۱۳ء بروز پیر

شور اٹھا کہ اس جہاں سے اک جواں رعنا گیا — بوستانِ دہر سے گویا گلِ زیبا گیا

ناگہانی موت پر خلقت ہے یوں ماتم کناں — خوب صورت اور حسنِ خلق میں یکتا گیا

خاندانِ شیخ پھر فریاد و غم کی زد میں ہے — اک ھبۂ محترم ان کا مرے مولا گیا

بزمِ حقانی اسی فرقت پہ ہے وقفِ ملال — جانبِ گورِ غریباں گلبدن ایسا گیا

حاجیؒ اظہار الحق ہے درد میں ڈوبا ہوا — ان کا وہ نورِ نظر اُف جانبِ عقبیٰ گیا

حافظ عرفانِ حق و حافظ لقماں حسیب — خونِ دل سے روتے ہیں ان کا سنی تنہا گیا

آخری ان کا سفر یہ ہو سوئے خُلدِ بریں — عین در عہدِ جوانی ہم سے وہ روٹھا گیا

اک ہجوم صالحاں ان کے جنازے میں رہا — اللہ اللہ کس ادا سے عالمِ بالا گیا

اہل خانہ کو خداوندا تو دے صبرِ جمیل — ہر کسی کی آنکھ کا بے شک تھا وہ تارا گیا

ان کی فرقت پر ہے نذرِ کرب و غم پیر و جواں

ہائے فانی یاں سے سوئے سایہ طوبیٰ گیا

☆☆☆☆

ادارہ

افکار و تاثرات بنام مدیر

تحریک خلافت راشدہ کا تعارف..........محمد حسین بھٹی

بندہ ناچیز محمد حسین بھٹی 2000ء سے پہلے امریکہ میں آباد تھا۔ ایک امریکن کمپنی Sentinel International Inc. New York کا ڈائریکٹر مارکیٹنگ تھا۔ نہایت سکون اور عیش کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ کمپنی کا مالک یہودی تھا ایک دن مالک کمپنی سے دین اسلام کے موضوع پر بحث چھڑ گئی۔ عمر 56 سال بنیادی تعلیم۔ قانون دان امریکہ یورپ کے تجربات کے باوجود دین اسلام کی تعلیمات پر دسترس نہ تھی۔ چند روز کی سوچ بچار کے بعد اس وقوعہ نے میری زندگی کا دھارا بدل دیا۔ نوکری چاکری اور سب کاروبار چھوڑ کر امریکہ کو خیر آباد کہا اور پاکستان آ گیا۔ دوستوں سے مشورہ کیا کہ دین اسلام پڑھنا چاہتا ہوں۔ نتیجتاً اسی سال پنجاب یونیورسٹی لاہور میں ایم اے اسلامیات کرنے لئے سیلف فنانس کی بنیاد پر داخلہ لے لیا۔ دو سال باقاعدگی سے یونیورسٹی پڑھنے جاتا رہا۔ میری شب و روز کی محنت، لگن اور مستقل مزاجی رنگ لائی جس کی تعریف پروفیسر صاحبان بھی کیا کرتے تھے اور 2002ء میں ایم اے اسلامیات کی ڈگری حاصل کر لی۔

اپریل 2005ء میں میری ملاقات لاہور میں ایک ایسے سکالر سے ہوئی جو لندن سے تشریف لائے تھے۔ نام گرامی میر معظم علی علوی، عمر 81 سال سے اوپر لیکن پیرانہ سالی کے باوجود حوصلہ ولولہ اور عزم جوانوں سے زیادہ۔ والد کی طرف سے سلسلہ حضرت علیؓ اور والدہ کی طرف سے حضرت عمر فاروق سے جاملتا تھا۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے نسب سے قریبی تعلق تھا۔ الحمدللہ میں خوش قسمت ہوں کہ تیسری ملاقات تک میں ان کے خیالات اور افکار اور تحریک کے منشور سے متفق ہو چکا تھا۔ ان کے مشن خلوص اور لگن سے قائل ہو کر ان کی تحریک میں شامل ہو گیا۔ ۹ ماہ کی رفاقت میں ہم نے پنجاب اور صوبہ سرحد کے اضلاع کے دورے کئے مختلف الخیال لوگوں سے ملاقاتیں کیں، لیکچر دیئے، اس مشن کو آگے بڑھانا شروع کیا لیکن 8 اکتوبر 2005ء کے زلزلہ کے دوسرے دن ایک اور زلزلہ آیا اور میر معظم علی علوی اللہ کو پیارے ہو گئے۔

11 دسمبر 2012ء کو پریس سے خبر ملی کہ 6 دینی جماعتوں کے درمیان اتحاد و اتفاق طے پا گیا ہے۔ اور اس کے کنوینز آپ کی ذات گرامی کو مقرر کیا گیا۔ اس خبر نے نہ صرف خوشی ہوئی بلکہ آپ کی سیاسی بصیرت کا احساس ہوا مختلف مکتبہ فکر رکھنے والی دینی جماعتوں کو اس پرآشوب حالات میں ایک پلیٹ فارم پر اکھٹا کر کے متحد کرنا کارنامہ سے کم

نہیں ہے۔ ہم دعا گو ہے کہ اللہ تبارک آپ سب کو کامیابی، اخوت و محبت اور عزم پیکر عطا فرمائے آمین۔ اگر آپ ہمیں اس قابل سمجھیں تو ہماری یہ تنظیم چھوٹی سہی۔ لیکن آپ اگر اس مخلصانہ کاوش کو اپنے اندر ضم کرلیں تو ہم خود کو خوش قسمت محسوس کریں گے۔ شاید کھوٹے سکے کی طرح ہم کبھی کسی وقت کوئی اہم کام سرانجام دینے کے قابل ہو جائیں۔

ہمیں دنیاوی طلب نہیں لیکن دین کی خدمت کا جذبہ دل میں ہمہ وقت بحر طلاطم کی طرح موجزن رہتا ہے آپ سے شرف ملاقات کرنا اور آپکی سرپرستی میں مل کر کام کرنا اپنی خوش قسمتی سمجھیں گے۔ (بنام حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ)

نظام کی تبدیلی............ پروفیسر احمد خان

تمام صاحب حیثیت طبقات جن میں حاکم سیاست دان سول و فوجی افسران تاجر زمیندار میڈیا اور جرائم پیشہ افراد شامل ہیں کا مفاد سٹیٹس کو بچانے میں ہیں۔ اس لئے وہ اس کی حمایت کرتے ہیں کچھ صحافیوں کی مجبوریاں ہیں کسی کو اپنے بچے کو ملازمت دلوانی ہے۔ کسی کو پلاٹ کی ضرورت ہے کوئی اپنے قریبی رشتہ دار کے مقدمات ختم کرانا چاہتا ہے۔ اس لئے وہ حاکموں کی تعریف اور خوشامد کرتے رہتے ہیں لیکن باقی کالم نویسوں کو کیا ہو گیا ہے وہ ایک دائرے سے باہر کیوں نہیں آتے؟ کیا ان کی تخلیقی صلاحیتیں صرف شعر و ادب کے لئے رہ گئی ہیں؟ کیا انہیں ملک اور عوام کی حالت نظر نہیں آتی؟ کیا وہ موجودہ نظام سے مطمئن ہیں؟ علم قابلیت اور اچھا لکھنے کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ امانتیں ہیں۔ جنھیں ملک اور عوام کی بہتری کے لئے استعمال ہونا چاہئے جو نظام اس وقت چل رہا ہے۔ یہ جمہوریت نہیں ہے۔ یہ عوام کی حکومت عوام کے لئے عوام کے ذریعے نہیں ہے بلکہ اشرافیہ کی حکومت اشرافیہ کیلئے اور دھاندلی کے ذریعے ہے۔ یہ اندھی شہنشاہیت ہے۔ اسے کورشاہی کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ اس نظام میں حاکم صرف اپنی قریبی رشتہ داروں دوستوں اور پارٹی حکمران کو ہی دیکھ سکتے ہیں۔ تمام ریوڑیاں انہیں میں بانٹی جاتی ہیں انہیں لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے بند ہوتی ہزاروں فیکٹریاں بے روزگار ہونے والے لاکھوں مزدور گرمی اور بھوک سے بلکتے بچے اور غربت کے ہاتھوں لے لیں خودکشیاں کرتے ہوئے عوام نظر نہیں آتے۔ اس نظام نے ملک ک اندھے کنوئیں میں گرا دیا ہے۔ اور اب مہلک ضربیں لگائی جارہی ہیں۔ تاکہ یہ دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہ ہو سکے۔ اب لوگ حکومت میں خدمت کے لئے نہیں بلکہ مال بنانے کے لئے آتے ہیں اب سیاست حکومت' ملازمت' وکالت' صحافت' تعلیم' صحت' چوری ڈاکہ' اغوا' قتل' قبضے کرنا' قبضے چھڑانا' سمگلنگ' ملاوٹ' دشمنوں کی خاطر جاسوسی اور تخریب کاری کرنا ملک کے لئے فائدہ مند منصوبوں کی مخالفت اور نظریہ پاکستان پر تنقید کرنا سب کاروبار بن چکا ہے۔

محترم بھائی! آج کفر و اسلام کی جنگ اپنے عروج پر ہے اور دنیا دو واضح گروہوں میں تقسیم ہو چکی ہے اور اس جنگ میں غیر جانبداری کا تصور اپنی موت آپ مر چکا ہے۔ اس جنگ کا ایک فریق ان لوگوں پر مشتمل ہے جو امریکہ کی

قیادت میں صلیب کے سائے تلے اسلام اور اہل اسلام کو مٹانے کی عبث کوششوں میں مصروف ہیں اور دوسرا افریق ان چند مٹھی بھر مجاہدین کا ہے جو اسلام کا علم تھامے صلیبیوں اور ان کے اتحادیوں کے خلاف، ہر محاذ پر برسر پیکار ہیں اور دنیا ان کو القاعدہ اور طالبان کے نام سے جانتی ہے۔

محترم بھائی! ہم آپ سے عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ کفار کا مسلمانوں کی سرزمین پر حملہ آور ہو کر قابض ہونا، اپنی سرزمینوں پر کمزور مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام کرنا، جزیرۃ العرب، بیت المقدس اور دنیا بھر میں مسلمانوں کے مقدس مقامات مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور دیگر مساجد کی حرمت پامال کرنا اور سب سے بڑھ کر اپنی حکومتوں کی سرپرستی میں قرآن اور ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کا ناپاک فعل مسلسل دوہرانا، یہ سب افعال دراصل امریکہ کی قیادت میں مشرق و مغرب میں بسنے والے کفار کی مسلمانوں پر مسلط کردہ صلیبی جنگ کا حصہ ہیں۔

لہذا مسئلے کی اصل نوعیت کو سمجھیں۔ ہندوؤں، یہودیوں، عیسائیوں اور صلیبی جھنڈے تلے کھڑے تمام کفار سے اعلان برأت کریں۔ مسلمانوں پر مسلط مرتد حکمرانوں اور ان کی محافظ فوجوں سے اسلام اور اہل اسلام کے دفاع کی توقعات رکھنا چھوڑ دیں۔ بار بار آزمائے ہوئے لیڈروں جن کی غداریوں، منافقتوں اور امریکی چاکری کا پردہ فاش ہو چکا ہے ان کے "تبدیلی" کے نعروں سے دھوکہ نہ کھائیں۔ بلکہ آگے بڑھ کر صلیبی یلغار کے مقابلے میں امت مسلمہ کی بقاء، نظام کفر کی فناء اور خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے احیاء کے لئے جہاد و شہادت کے عظیم راستوں پر گامزن مجاہدین کا ساتھ دیں۔ ان شاء اللہ یہ مجاہدین ہی صلیبیوں اور ان کے تمام اتحادیوں کو ذلت آمیز شکست سے دوچار کریں گے، خلافت کو قائم کریں گے اور قرآن اور حضرت محمد ﷺ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے سر قلم کر کے امت مسلمہ کے سینوں کو ٹھنڈا کریں گے۔ (پروفیسر احمد خان مکان B-1/50 ہمایوں سٹریٹ بھمبر روڈ گجرات)

"مشاہیر"........... پروفیسر بشیر حسین حامد

حضرت شیخ الحدیثؒ کے نام مشاہیر کے مکتوبات کی اشاعت آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (جو میرے استاد بھی تھے) نے مجھے کراچی فون کر کے اسکو خریدنے کی ترغیب دی ہے۔ یہ بھی بتایا ہے کہ اسکی ۵ جلدیں ہیں اگر قیمت کا اندازہ ہو جائے تو منگوانے میں آسانی ہو جائے گی۔ الحق کا "شیخ الحدیث نمبر" میں نے بہت بعد میں منگوایا۔ جب دیکھا تو واقعی حیات شیخ پر ایک جامع دستاویز ہے۔ ایسے جامع نمبر بہت کم طبع ہوتے ہیں میرے دل میں بار بار یہ داعیہ اٹھتا ہے کہ آپ کو رائے دوں کہ ابھی تک حضرت قاضی محمد زاہد الحسینیؒ پر کوئی "خصوصی نمبر" سامنے نہیں آیا۔ اگر آپ اس کی ہمت کرلیں تو یہ سعادت ماہنامہ "الحق" کا حصہ میں آسکتی ہے۔ امید ہے اس پر ضرور غور فرمائیں گے میں حضرت قاضی صاحبؒ کی تفصیلی خدمات پر مشتمل ایک تحقیقی کاوش آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں۔

تحریک تحفظ پاکستان............ چوہدری خورشید زمان،سیکرٹری جنرل

دفاع پاکستان کونسل کی تمام جماعتیں پاکستان کے مؤثر دفاع کیلئے ایک نظریاتی تحریک بن جائیں۔اور آئندہ پاکستان بچانے کیلئے اپنا کردار ادا کریں۔تحریک تحفظ پاکستان کے چیئرمین ڈاکٹر عبدالقدیر خان تمام سیاسی سماجی قوتوں کیلئے اتحاد کے اسمبلی کے طور پر موجود ہیں ہماری تجویز ہے پاکستان بچاؤ اتحاد کے نام سے' سیاسی اتحاد قائم کئے جائے اور آئندہ انتخابات بین الاقوامی تناظر میں لڑا جائے۔

کتاب پر تبصرہ............مفتی محمد وہاب منگلوری

فقیر راقم نے یہ کتاب فیضان مادر علمی حقانیہ کی برکات کے طفیل مرتب کیا ہے یہ سب کچھ حقانی ہونے کی وجہ سے ظہور پذیر ہورہے ہیں ورنہ من آنم کہ من دانم۔یہ کتابیں برائے ماہنامہ الحق تبصرہ کے لئے حاضر خدمت ہیں کہ حضور عالی از خود اس کتاب پر چند کلمات مبارکہ لکھ دے کہ سلسلہ نقشبندیہ کا آپ پر بھی حق ہے کہ حضرت خواجہ عبدالمالک ؒ اور حضرت مولانا عبدالغفور مدنی ؒ سے آپ کی ذات مستفیض اور مستنیر ہے نیز میرے لئے حوصلہ افزائی اور سند کی حیثیت اختیار کرگا اللہ کریم شفائے کاملہ سے نوازے۔

(بقیہ صفحہ ۲۶ سے) ﴿ اسلام کا عائلی نظام ﴾

نمبر ۶. یا ایھا النبی اذا طلقتم النساء ''اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دے دو''

نمبر ۷. فطلقو ھن لعدتھن ''عورتوں کو وقت عدت (طہر) میں طلاق دیا کرو''

اگر ظلم تک نوبت پہنچے تو عدالت کے ذریعے سے عورت خلع کا حق استعمال کر کے رہائی حاصل کر سکتی ہے حق طلاق کے بارے میں اسلامی قانون کی تصریحات معلوم ہوگئی اب جو لوگ کہتے ہیں عورت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ زوج کو طلاق دے سکے ان سے ہم یہ پوچھ سکیں یہ کون سے آسمانی مذہب کا قانون ہے اسلام نے تو اس سے براءت ظاہر کردی ہے اور مسلمان کسی دوسرے مذہب کی قائل ہی نہیں ہیں تو آخر مسلمانوں کے لئے اسلامی قانون بنانے کی بحث میں سفارشات کی رپورٹ میں یہ دفعہ رکھا ہے کس قانون کے تحت ہے بہر حال شادی کمیشن کے سفارشات کے مذکورہ بالا دفعات کو اسلام سے کچھ بھی مناسبت نہیں ہے نہ وہ اس قابل ہیں۔کہ کتاب وسنت پر مبنی عائلی قوانین کے لئے سفارشات بن سکیں اس لئے ہم حکومت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مذکورہ بالا دفعات کو قانونی حیثیت دے کر تسلیم نہ کرے بلکہ علماء کے مشورہ سے ان سفارشات میں اصلاحات کر کے ملک کو غیر معمولی انتشار سے بچائے۔ جولائی 1956ء بمطابق ذی القعدہ ۱۳۷۵ھ

تصدیق و دستخط : حضرت مولانا عبدالغفور سواتیؒ

صدر مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نواسے حضرت مولانا اخلد مدنی کی دارالعلوم آمد:

۱۸رفروری ۲۰۱۳ء کو شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے نواسے حضرت مولانا اخلد رشیدی مدنی صاحب' حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے اور دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا دورہ فرمایا۔اس موقع پر ایوان شریعت ہال میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے ان کے اعزاز میں ایک شاندار خطبہ استقبالیہ بھی پیش کیا۔اور دارالعلوم حقانیہ کی موجودہ تمام تر ترقی اور شہرت کو حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کی خصوصی توجہات اور اخلاص کی کرامت قرار دیا۔آپ کے ہمراہ سینیٹر طلحہ محمود کے بھائی نامور صنعتکار اور فلاحی واہل خیر شخصیت جناب ہارون محمود اور حضرت مولانا مفتی احمد الرحمانؒ کے فرزند رشید حضرت مولانا پیر عزیز الرحمٰن صاحب ودیگر حضرات بھی موجود تھے۔

مراکش کی تبلیغی جماعت کی دارالعلوم آمد:

۳۰رجنوری ۲۰۱۳ء کو مراکش کے بزرگ تبلیغی جماعت کے اہم شخصیات اپنے تبلیغی سفر کے دوران دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔جس میں جناب شیخ عبدالعزیز' عبدالسلام ابوشریف' محمد معصوس وغیرہ شامل تھے' انہوں نے دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات کا معائنہ کیا اور حضرت مہتمم صاحب سے دفتر اہتمام میں ملاقات کی۔

دارالعلوم کے وسطانی امتحانات اور تعطیلات:

دارالعلوم کے وسطانی امتحان بروز ہفتہ ۲۶رجنوری سے شروع ہوکر بروز منگل ۲۹ جنوری تک جاری رہنے کے بعد دس دن کی تعطیلات ہوئیں اور پھر اس کے بعد الحمدللہ جامعہ کی تعلیمی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہو چکی ہیں۔

جناب غلام احمد بلور اور میاں افتخار حسین کی دارالعلوم آمد:

۱۲رفروری ۲۰۱۳ء کو صوبہ خیبر پختونخوا کے وزیر اطلاعات میاں افتخار حسین اور وفاقی وزیر غلام احمد بلور نے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کی رہائش گاہ پر ان سے تفصیلی ملاقات کی اور انہیں اے این پی کی طالبان سے مذاکرات کے سلسلے میں طلب کی گئی آل پارٹیز کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی۔

دارالعلوم میں نئے ہاسٹل ''امام بخاریؒ '' کا افتتاح:

الحمدللہ دارالعلوم اپنے قیام کے ۶۴ ویں برس میں داخل ہو چکا ہے لیکن تحدیث نعمت کے طور پر اس کی علمی' روحانی اور

تعمیراتی ترقی کا سفر حسب سابق جاری وساری ہے' جس پر خداوند کریم کا جتنا بھی تشکر کیا جائے وہ کم ہے۔ دارالعلوم میں ہر سال طلباء کی تعداد بڑھتی چلی جارہی ہے' اس لئے دارالعلوم میں طلباء کی رہائش کے لئے ہاسٹلوں کا قیام ایک بڑا مسئلہ رہا ہے۔ لہٰذا اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے سات آٹھ برس پہلے احاطہ امام بخاریؒ کی تعمیر کا بیڑہ اٹھایا اور نچلی ایک منزل کافی جدوجہد کے بعد تعمیر کر لی تھی لیکن باقی تعمیر اور دوسری منزل کے لئے اسباب کا فقدان تھا۔ لہٰذا حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کے چند مخلص اہل خیر ساتھیوں جناب حاجی محمد طالب صاحب وحاجی سرور صاحب کے تعاون سے دوسری منزل کا افتتاح پچھلے سال ہوا جو الحمدللہ گزشتہ مکمل ہوگیا تھا لہٰذا اس کا باضابطہ افتتاح حضرت مہتمم صاحب مدظلہ' حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ و دیگر اساتذہ ومشائخ کے ہاتھوں ۲۳ فروری ۲۰۱۳ء کو بوقت ظہر معصوم بچوں کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور جن اہل خیر نے اس میں تعاون کیا ہے ان کے لئے اس موقع پر اُن کے لئے اجتماعی دعا کی گئی۔

<u>نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ کی وفاق المدارس کی میٹنگ میں شرکت:</u>

وفاق العربیہ پاکستان کی مجلس عاملہ کا ایک ہنگامی خصوصی اجلاس ملتان میں وفاق کے مرکز پر منعقد ہوا۔ اجلاس کراچی کے بگڑتے حالات اور علماء کرام کی پے درپے ٹارگٹ کلنگ کے بارے میں بلایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اس دو روزہ اجلاس میں وفاق سے متعلق دوسرے کئی اہم مسائل بھی زیر بحث آئے۔ اجلاس میں دارالعلوم کی نمائندگی حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے فرمائی۔

<u>دارالعلوم کے مخلص اور خادم حاجی حافظ عبدالستار صاحبؒ کی وفات:</u>

دارالعلوم حقانیہ اور خاندان حقانی کے دیرینہ ومخلص ساتھی جناب حافظ عبدالستار صاحب گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے۔ جناب حافظ مرحوم دارالعلوم حقانیہ قدیم کی مسجد کے پہلے مؤذن وقدیم خادم مولانا باجوڑ صاحب کے فرزند تھے۔ آپ زندگی بھر دارالعلوم کی تعمیر وترقی کے ساتھ کسی نہ کسی طور پر وابستہ رہے۔ ادارہ تعلیم القرآن حقانیہ سکول میں کچھ عرصہ استاد بھی رہے۔ اس کے علاوہ دارالعلوم کے لئے پشاور اور پنجاب کے علاقوں میں اپنی کاروباری مصروفیات کے باوجود ہمیشہ اہل خیر سے دارالعلوم کے لئے چندہ و دیگر تعاون کے لئے پیش پیش رہتے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحق نوراللہ مرقدہ کے تمام صاحبزادوں کے ہم عمر اور انتہائی قریبی دوست تھے۔ ادارہ اپنے اس مخلص اور قدیم ساتھی کی جدائی پر آپ کے بھائی جناب عبدالرحمٰن عابد' سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم القرآن حقانیہ سکول' جناب عبدالحلیم صاحب' مولانا محمد فہیم صاحب و دیگر پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔ قارئین اور فضلاء حقانیہ سے ان کے رفع درجات کے لئے اپیل کرتا ہے۔

ادارہ

تعارف وتبصرہ کتب

الامام الکبیر تذکرہ وسوانح مولانا محمد قاسم نانوتویؒ .... تالیف: مولانا عبدالقیوم حقانی

قاسم العلوم والخیرات امام المتکلمین حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جن کی شخصیت اور ذات والا صفات کسی تعارف اور تعریف کی محتاج نہیں۔ وہی مولانا محمد قاسم نانوتویؒ جنہوں نے ایشیاء کی عظیم الشان دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی تھی اور آج بلاشبہ یہ الہامی جامعہ برصغیر پاک وہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ایک روشن اور کالشمس فی نصف النہار واضح اور بین دلیل ہے اور اس مادر علمی کے نابغہ روزگار فضلاء اور عبقری ابناء دین متین کے ہر شعبہ میں اپنے کارہائے نمایاں کی انجام دہی میں اپنی پوری توجہ اور انہماک سے معروف عمل ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اسلام کی حکمت بالغہ اور اس کے فلسفہ سے مکمل طور پر واقف ہیں' اور وہ امام رازیؒ' امام غزالیؒ اور مجدد الف ثانیؒ وامام شاہ ولی اللہؒ کے فکر وفلسفہ کے بجا طور پر امین ہیں۔ اس کے علاوہ وہ ایک شہرہ آفاق مناظر تھے' جنہوں نے ہند میں فرق باطلہ اور مشرکین وہنود اور نصاریٰ اور اسی طرح آریہ ودیگر پنڈتوں اور پادریوں کا ناطقہ بند کیا تھا۔ اسی وجہ سے آپ حجۃ الاسلام کے موقر لقب سے مشہور ومعروف ہوئے۔

اس عظیم شخصیت کی سوانح حیات اور حالات زندگی پر رئیس القلم علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے ایک مبسوط کتاب بعنوان سوانح قاسمی مرتب کی تھی جو کہ یقیناً اپنے مؤلف کی طرح بے نظیر کتاب ہے۔ اور عرصہ ہوا آپ کی سوانح پر یہ کتاب ایک انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت سے شائع ہوتی آ رہی ہے۔ مگر ہر چند کہ علامہ گیلانیؒ کی عبقریت مسلم الثبوت ان مؤلف کردہ کتاب کی ثقاہت بدیہی لیکن بقول مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ "ماضی قریب کے مورخین میں سے حضرت علامہ مناظر احسن گیلانیؒ نے تین جلدوں میں سوانح قاسمی مرتب فرمائی' جو عرصہ ہوا منظر عام پر آ چکی ہے' لیکن مولانا گیلانی ایک ایسے قلم کے بادشاہ ہیں جس کی قلمرو موضوع کی سرحدوں سے نا آشنا ہے اس لئے ان کی تالیف عام معلومات کا تو بیش بہا خزانہ ہے لیکن وہ شخص اس سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا سکا' جو صرف حضرت نانوتویؒ کی سوانح اور کارناموں کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہو"

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ کا یہ ارشاد بالکل بجا ہے اس لئے کہ حضرت گیلانی رحمہ اللہ کا طرز نگارش اور اسلوب تحریر صرف انہی کا خاصہ ہے اور تحریر ونگارش میں آپ ایک خاص مجتہدانہ اور جداگانہ روش پر گامزن تھے اور اس میں کلام نہیں کہ آپ جیسی عبقری شخصیت اور ادیب لبیب صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔

برادر محترم حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب حقانی مدظلہ نے جو اساطین امت اور اکابرین ملت کی سوانح

حیات سے امت مسلمہ کو آشنا کرانے کا جو بیڑہ اٹھایا ہے وہ ان کی خوش بختی اور بلند طالعی کیلئے کافی ہے۔آپ نے حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی سوانح الامام الکبیر کے عنوان سے ایسی جامعت اور اختصار کے ساتھ ترتیب دی ہے جس میں آپ کی شخصیت کا عکس جمیل اپنی پوری رعنائیوں اور آب وتاب کے ساتھ جھلکتی ہے۔کتاب کے ہر لفظ سے اخلاص وللہیت کی خوشبو مشام روح وجان کو معطر کر رہی ہے۔

اس کی جامعیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ اکیس ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب اس امر کا متقاضی ہے کہ اُسے بار بار مطالعہ کیا جائے' حضرت نانوتویؒ کی علمی شان اور تصنیفی ماثر پر تبصرہ کرنا اور اس کے متعلق تجزیہ پیش کرنا کارے دارد کا مصداق ہے' لیکن مولانا حقانی اس صعب ترین وادی سے انتہائی مشاقی سے گزرے ہیں۔
باب دہم جو کہ آپ کی محدثانہ جلالت قدر اور فقیہانہ عظمت مقام سے معنون ہے اور جو مختلف النوع ذیلی عنوانات پر مشتمل ہے ص ۳۰۷ سے لے کر ص ۳۲۱ تک اس کے صفحات ہیں' اگر حقانی صاحب اس باب پر مزید کام کرتے' تو اس سے ہم جیسے بے بضاعت اور کم مایہ مزید استفادہ کرتے۔

ہم مولانا حقانی مدظلہ کو اس عظیم الشان علمی کارنامے پر دل کی گہرائیوں اور صمیم قلب سے ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں' جنہوں نے صوری اور معنوی لحاظ سے اتنی خوبصورت اور دیدہ زیب کتاب کی ترتیب وتالیف کا اہتمام کیا' اور سیرت وسوانح کی کتب میں ایک عظیم کتاب کا قابل صد رشک اضافہ کر کے حلقہ دیوبند کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا' شائقین سوانح اکابر کے لئے یہ ایک عظیم تحفہ ہے۔اور کارپردازان وفاق المدارس سے ہم یہ اپیل کرتے ہیں' کہ نصاب میں اس کے لئے گنجائش پیدا کریں۔(م۔ا۔فانی)

حرمین شریفین فضائل وآداب..........مولانا محمد عابد ندوی

''حرمین شریفین فضائل وآداب'' جدہ میں مقیم ہندوستانی عالم دین، صاحب قلم مولانا محمد عابد ندوی کی تصنیف لطیف ہے۔جو ندوۃ العلماء لکھنو کے فاضل اور اردو نیوز اخبار جدہ کے مستقل کالم نگار ہیں۔
زیر تبصرہ کتاب حرمین، حج وعمرہ وغیرہ: جیسے اہم سلسلے کہ پہلی جلد ہے۔جو کہ پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔۱: خانہ کعبہ اور غلاف کعبہ' مختصر تاریخ ۲: کعبۃ اللہ شریف کی عظمت وحرمت ۳: حرم شریف کی عظمت وحرمت ۴: حرم شریف میں گناہوں کا وبال ۵: مدینہ منورہ فضائل وبرکات پر مشتمل ہے۔حرمین شریفین کے جوار میں رہنے کی وجہ سے مصنف کا ذوقی موضوع یہی ہے حرمین شریفین کے موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں۔مگر زیر نظر کتاب میں حرمین شریفین کے فضائل وروحانی خصوصیات کو مستند کتابوں اور معتبر روایات کے حوالہ جات سے جس آسان زبان اور عام فہم اسلوب میں بیان گیا ہے وہ صرف مولانا عابد ندوی ہی کا خاصہ ہے۔کتاب پر مولانا محمد رابع ندوی جیسے عبقری شخصیت کے مقدمے نے مزید چار چاند لگا دیئے۔کاش اگر کتاب میں مذکورہ مقامات مقدس کیساتھ اسکے تصاویر کا اضافہ ہوتا تو یہ اپنے موضوع پر منفرد ترین کاوش قرار پاتی' اپنی ظاہری ومعنوی خوبیوں سے مرصع 364 صفحات کا یہ روحانی تحفہ قارئین سے زمزم پبلشرر

نزد مقدس مسجد کراچی 32729089-021 سے 250 روپے میں طلب کر سکتے ہیں۔(م۔ا۔مدنی)

حج و عمرہ (فضائل وآداب) ...... مولانا محمد عابد ندوی

حج وعمرہ فضائل وآداب سعودی عرب میں مقیم معروف ہندوستانی عالم دین مولانا عابد ندوی صاحب کی اس سلسلے میں دوسری تحقیقی کاوش ہے۔جسمیں حج وعمرہ کی فضیلت واہمیت،مختلف ارکان وافعال جیسے احرام،تلبیہ،طواف،حجر اسود،رکن یمانی،سعی،حلق وقصر،عرفہ اور وقوف عرفہ قربانی،اعمال ایام تشریق وغیرہ پر سیر حاصل اور تحقیقی گفتگو کی گئی ہے نیز، مشاعر مقدسہ کے فضائل اور ان سے متعلق اعمال اور ان نیکیوں کو ذکر جن کو حج وعمرہ کیلئے برابر قرار دیا گیا ہے انتہائی دل آویز اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔جوار حرم میں اقامت کیوجہ سے یہ مصنف کتاب کا ذوقی موضوع ہے۔تقریباً 100 جیسے اہم امہات کتب سے مصنف نے انتہائی عرقریزی سے یہ مجموعہ تیار کیا ہے۔ہندوستان کے نامور عالم دین اور فقیہ جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی صاحب کے وقیع مقدمے سے اسکی اہمیت اور بھی بڑھ گئی یہ عظیم علمی کاوش مکتب زمزم نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی سے ۲۵۰ روپے مناسب قیمت میں دستیاب ہے۔(م۔ا۔مدنی)

ماہنامہ سچائی..........مجاہد اعظم ﷺ نمبر......زیر ادارت: جناب احمد خیر الدین انصاری

مسیحائی جناب احمد خیر الدین صاحب کی ادارت میں کراچی سے شائع ہونے والا ایک موقر ماہنامہ ہے۔زیر تبصرہ شمارہ اس کا مجاہد اعظم ﷺ نمبر ہے۔اس نمبر میں آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کی جہادی پہلوؤں کو مختلف زاویوں سے اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔یوں تو ہر مضمون اور مقالہ اپنی جگہ اہم اور مدیر محترم کے ذوق سلیم اور حسن انتخاب آئینہ دار ہے،لیکن بعض مقالات ومضامین کا انوکھا پن قاری کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں چھوڑتا۔مولانا ابوالحسن علی ندویؒ ڈاکٹر محمد حمید اللہ میجر جنرل محمد اکبر خان،قاری فیوض الرحمٰن اور پروفیسر عبدالجبار شاکر کے مضامین اسی نوعیت کے ہیں۔ اول الذکر حضرات تو عالمی سطح پر سیرت کا اہم حوالہ ہیں۔جبکہ میجر صاحب عسکریات سیرت پر سند کر درجہ رکھتے ہیں قاری فیوض الرحمٰن صاحب نے بھی ایک اچھوتے موضوع ''مجاہد اعظم ﷺ کے عسکری خطبات'' پر قلم اٹھایا ہے اس عنوان کے نیچے آپ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر آنحضرت ﷺ کا جو خطبہ نقل کیا ہے وہ قابل دید ہے۔پروفیسر صاحب کا مضمون دراصل میں ترکی کے نامور محقق محمد فتح اللہ گلن کی کتاب:''حضور اقدس ﷺ بحیثیت سپہ سالار'' پر تبصرہ ہے لیکن اس ضمن میں سیرت نبوی عسکری ادبیات پر تمام اہم کتابوں کی ایک وقیع اور اہم فہرست دی گئی ہے۔جنگی اخلاقیات از مولانا عبدالمالک بھی عصر حاضر کے حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

ہمارے ہاں اردو رسائل میں عربی عبارات کی املا میں اکثر بے احتیاطی برتی جاتی ہے۔حتیٰ کہ بعض اوقات قرآنی آیات کو بھی غلط لکھا جاتا ہے۔زیر نظر نمبر اس عیب سے پاک ہے۔کاغذ کمپوزنگ اور اردو املا کی یکسانیت میں بھی نفاست اور اعلیٰ ذوق کا ثبوت بہم پہنچایا گیا ہے۔کاش اس وقیع نمبر کا ٹائٹل بھی اس کی ظاہری ومعنوی خوبیوں کا ساتھ دیتا

تو کتنا اچھا ہوتا۔ بہرحال سیرت کے موضوع پر یہ ایک شاندار اور جاندار اضافہ ہے، جس پر مدیر محترم اور دیگر اراکین ماہنامہ لائق صدتحسین و مبارکباد ہیں۔ 556 صفحات کی ضخامت کے اس خوبصورت اور علمی نمبر کی تعارفی قیمت 500 روپے ہے اور پاکستان کے تمام اچھے کتب خانوں میں دستیاب ہے۔ (م۔ا۔مدنی)

خطبات ومواعظ جمعہ..... مولانا مشتاق احمد عباسی صاحب

خطیب کی خطابت اور ادیب کا قلم وہ موثر ہتھیار جس سے وہ پتھر جیسے دل کو موم بنا دیتا ہے خطابت کی تاریخ بہت قدیم ہے خطابت نبوی ہمارے حضرت محمد ﷺ کی سیرت طیبہ کا ایک روشن باب ہے۔ خطابت کے حوالے سے برصغیر میں مجلس احرار اسلام کا دور بڑا سنہرا تھا جسمیں مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، امیر شریعت سید عطاء اللہ بخاری، آغا شورش کاشمیری چوہدری افضل حق وغیرہ نے اس پورے خطے میں اپنی خطابت کا لوہا منوایا۔ لیکن سیاسی خطابات کے علاوہ نماز جمعہ کے وقت خطبہ پر امام وخطیب کیلئے ایک بہترین ہتھیار ہے، جس کے ذریعے وہ عوام الناس کی علمی، فکری نظریاتی اصلاح کرسکتا ہے زیر تبصرہ کتاب "خطبات ومواعظ جمعہ" مشہور خطیب مولانا مشتاق عباسی صاحب کی کاوش ہے جسمیں عوام کی دینی رہنمائی، ضروریات دین، غلط عقائد ورسومات کی اصلاح کیساتھ ساتھ طریقت، حقیقت، معرفت، ولایت، نصب امام اور جہاد فی سبیل اللہ جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف نے سال بھر کے ۵۲ جمعوں کے حساب سے ۵۲ خطبات کئے ہیں جسمیں ہر جمعہ کو خطیب کیلئے آسان سے نئی موضوع اور نئے عنوان پر گفتگو کرنے کا موقع فراہم ہوتا ہے کتاب کے ابتدائیہ میں مصنف نے چند اہم مفید باتیں ذکر کئے ہیں۔ جسمیں صفحہ ۱۱ پر لکھتے ہیں "حکمت و مصلحت کیساتھ شریعت کی باتیں بیان کی جائیں، چوٹیں لگانا یا شرمسار کرنا متنفر کرنا نہ ہو، بجائے اس کے کہ لوگ صحیح عقائد پر آجائیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنے غلط عقائد پر اور پختہ ہو جائیں" اگر ہمارے ہاں خطبات جمعہ میں اس اصول کا خیال رکھا جائے تو معاشرے میں ایک مؤثر مثبت تبدیلی رونما ہوسکتی ہے کتاب میں مواد عموماً بہتر ہے مگر کتابت وطباعت کا معیار انتہائی کمزور ہے۔ جبکہ بعض جگہ ترتیب میں بھی خامیاں موجود ہیں۔ یہ علمی سوغات ادارہ صدیقیہ نزد حسین ڈی سلوا ہاؤسنگ ، گارڈن ویسٹ کراچی سے 300 روپے میں دستیاب ہے۔ (م۔ا۔مدنی)

ماہنامہ حکمت بالغہ خصوصی نمبر "یاجوج ماجوج"

حتیٰ اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون

"یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں اور وہ ہر بلندی سے اُتر رہے ہوں"

ماہنامہ "حکمت بالغہ" کا خصوصی نمبر "یاجوج ماجوج" شوال ۱۴۳۳ھ کی ایک ایسی علمی، ادبی تحقیقی اور مذہبی کاوش ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ یہ مدیر مسئول انجینئر مختار فاروقی کے قلم سے نکلے ہوئے سنہری حروف ہیں، جس میں یاجوج ماجوج کا تذکرہ قرآن وسنت کی روشنی میں کیا گیا ہے، اس کے علاوہ عظیم اہل قلم مولانا ابوالکلام آزادؒ مولانا مناظر احسن گیلانیؒ اور محمد

انیس الرحمٰن کے افکار ونظریات نے اس تحریر کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ آپ کی یہ کاوش علمی ادبی، تحقیقی اور مذہبی حلقوں میں نہ صرف پذیرائی حاصل کرے گی بلکہ آنے والے وقت کے لئے ایک گراں قدر سرمایے کی حیثیت حاصل کرے گی، اور تحقیق کے دلدادوں کے لئے کارگر ثابت ہوگی اور تحقیق کے نئے باب کھلیں گے۔ 152 صفحات پر مشتمل ہے، خصوصی نمبر قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر 2 ٹوبہ روڈ جھنگ صدر 120 روپے میں دستیاب ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان مذہبی اداروں کو تا قیامت اپنی حفظ دامان میں رکھے، مذہبی میدان میں تحقیق کرنے والوں کی عظیم سوچ اور ان کی کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ (م۔ع۔زیب)

کیا آپ جانتے ہیں کہ؟ تالیف: ایوب مامون صاحب

''کیا آپ جانتے ہیں کہ'' مسنون اذکار واوراد پر مشتمل دعاؤں کا مجموعہ ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ؟ مولانا سمیع الحق نے اس کتاب اوراوذ کار اوراد عیہ ماثورہ کا بہترین گنجینہ ہے'' اسی طرح استاذی المکرم شیخ التفسیر مولانا ڈاکٹر شیر علی صاحب کتاب کے متعلق لکھتے ہیں کہ ''مولف نے مستند ومعتمد مصادر ومراجع سے مسنون دعائیں، اذکار واوراد اور درود شریف کا ایک وقیع زرین گنجینہ تالیف فرما کر فرزندان اسلام کو ایک بیش بہا ایمان افروز روح پرور روحانی تحفہ سے نوازا ہے۔ جناب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب لکھتے اس کتاب میں پیدائش سے لیکر وفات تک دن رات میں جس دعا کی بھی ضرورت ہو وہ تقریباً اس میں موجود ہے۔ یہ روحانی تحفہ حصہ بی بی اینڈ یوسف مامون اللہ ٹرسٹ ۱۲۳/۳ سی پی۔ برادر سوسائٹی کراچی ۷۴۸۰۰ سے مفت دستیاب ہے۔ (م۔ا۔مدنی)

دَ اسلامی تاریخ له پانڑو څخه تالیف: ڈاکٹر کفایت اللہ وردگ

ڈاکٹر کفایت اللہ وردگ نامور سکالر، محقق اور بیسیوں کتابوں کے مصنف ومترجم ہونے کے ساتھ ساتھ جامعۃ الازہر مصر اور دارالعلوم حقانیہ کے لائق وفائق فاضل ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی تصنیفی وتالیفی اور رفاہی کاموں کا سلسلہ بہت وسیع ہے جسے دیکھ کر بندہ حیران وپریشان ہو جاتا ہے۔ زیر تبصرہ کتاب ''اسلامی تاریخ کے اورق سے'' (یہ کتاب کا اردو نام ہے) اسلامی تاریخ کے انسائیکلوپیڈیا کے طرز پر پشتو زبان میں ایک وقیع اضافہ ہے جو کہ دس جلدوں پر مشتمل ہے۔

کتاب کی حسن ترتیب، اندرونی مواد اور حوالہ جات دیکھ کر قاری بے ساختہ داد دینے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب عربی، انگریزی، فارسی اور پشتو چاروں زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں لیکن انہوں نے تحقیق وتصنیف کیلئے پشتو زبان کا انتخاب کیا ہے اور عہد کر رکھا ہے کہ وہ اہل ذوق ومطالعہ کیلئے پشتو جیسی سرسبز وشاداب مگر متروک زبان میں ایک سو کتابوں کا ذخیرہ اپنے قلم سے پیش کرینگے۔ خدا کرے کہ ڈاکٹر صاحب جلد از جلد اپنے اس نیک مقصد میں کامیاب وکامران ہوں۔ کتاب اپنی ظاہری وباطنی خوبیوں سے مالا مال ہونے کیساتھ ساتھ محقق اور مدلل بھی ہے۔ یہ علمی اور تحقیقی زمزم پبلشنگ کمپنی دلہ زاک روڈ پشاور (0345-9106592-03009101098) سے مناسب قیمت میں دستیاب ہے۔ (م۔ا۔مدنی)

نزلہ، زکام،

گلے کی خراش اور کھانسی!

Take NO Tension

Take Sualin

With TOOT SIYAH efficacy

ہمدرد

عظیم الشان تعمیری منصوبہ

جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب

کی باقدہ تقریب **افتتاح**

ان شاء اللہ 12 اپریل 2013 بروز اتوار کو ہوگا۔

1 لاکھ فٹ کورڈ ایریا۔ 3 منزلہ مسجد ۔ کشادہ ہال۔ گیلریاں

وسیع صحن ۔ تین اطراف سے برآمدے ۔ بیسمنٹ میں دار الحفظ والتجوید کا قیام۔

الگ سیکشن برائے نماز خواتین

تخمینہ لاگت 20 تا 25 کروڑ

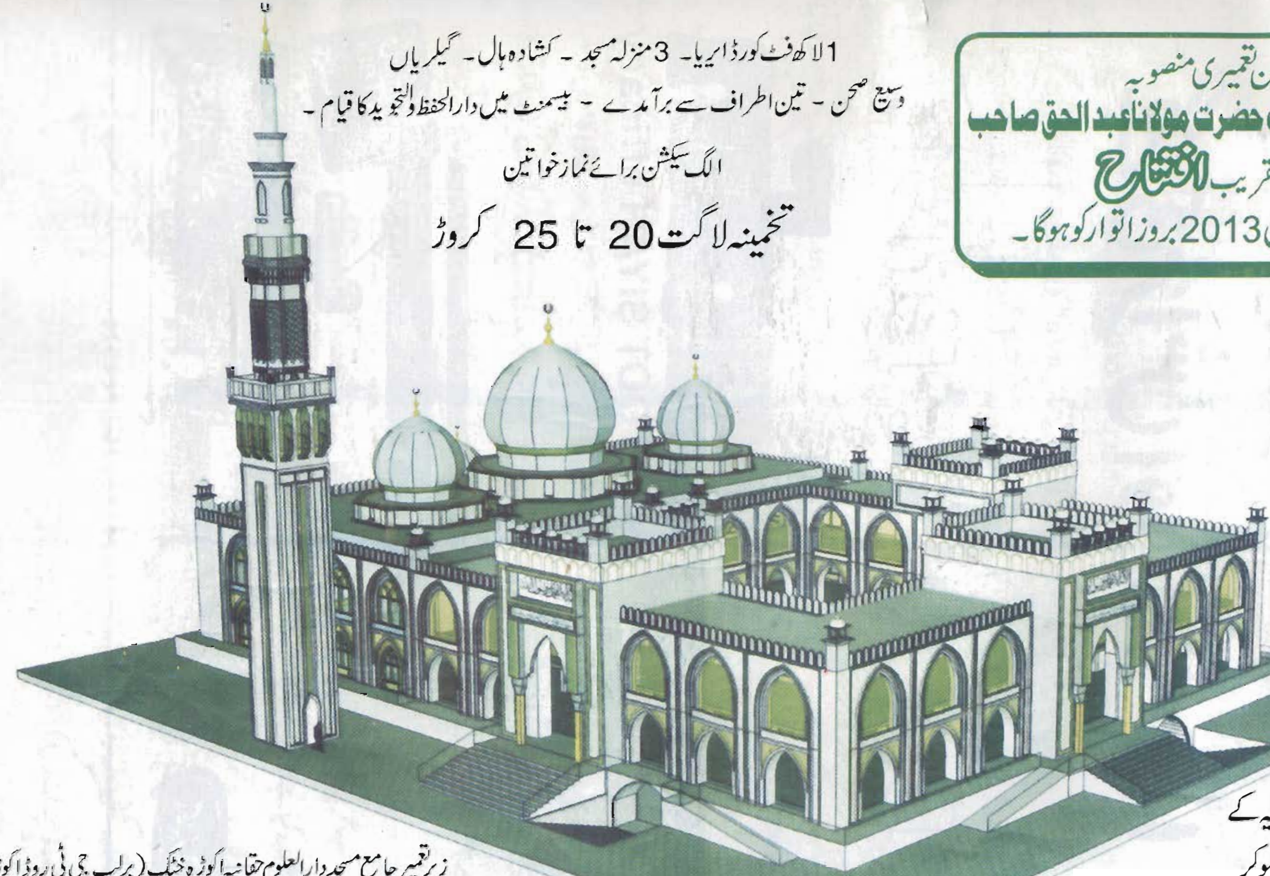

زیر تعمیر جامع مسجد دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (برلب جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک)

منجانب: تعمیری کمیٹی جامع مسجد حقانیہ

جامعہ: دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

آئیں ہم سب مل کر صدقہ جاریہ کے
اس عظیم الشان عمل میں شامل ہو کر
آخرت کی لازوال نعمتیں حاصل کر کے
جنت میں اپنا گھر ابھی سے بنوائیں۔